انجم نیازی

عمار خان ناصر کے نام

صفدرؒ کا سارا علمی خزانہ جلا دیا مسجد کو تُو نے آ کے کلیسا بنا دیا

وہ گھر جو روشنی کا ستارا بنا رہا وہ گھر جو اہلِ دیں کا سہارا بنا رہا

مودودیت کی دال نہ گلتی تھی جس جگہ جھوٹے نبی کی گاڑی نہ چلتی تھی جس جگہ

جس گھر میں ایک عاشق ام الکتاب تھا سچا وہ ترجمانِ رسالت مآب ﷺ تھا

جو شخص عالموں کی صفوں کا امام تھا وہ شخص جو رسولِ خدا کا غلام تھا

وہ گھر جو بن گیا تھا کتابوں کی آبرو علم و عمل کے تازہ گلابوں کی آبرو

اُس گھر کے ایک ایک شجر کو جھکا دیا مٹی میں اُس کا سارا تقدس ملا دیا

اُس گھر کو دیدیا ہے لٹیروں کے ہاتھ میں چُوہوں کے اور فصلی بٹیروں کے ہاتھ میں

اُس گھر کو تُو نے کس لیے ویران کردیا سارے جہاں کے علم کو حیران کردیا

روئے زمیں پہ صرف تجھے غامدیؔ ملا فتنوں کا سرپرست یہی آدمی ملا

زندیقیت کا نام بھی تحقیق رکھ دیا ابلیسیت کا نام بھی تصدیق رکھ دیا

کیا راز ہے جو کھل کے بتاتا نہیں ہمیں کیا راگ ہے جو کھل کے سناتا نہیں ہمیں

اِلحاد کی ہوائیں ''شریعہ'' کے باغ سے؟

''اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

☆......☆......☆......☆

یا اللہ مدد | عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد | شان رسالت ﷺ زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہؒ زندہ باد | حق چار یار رضی اللہ عنہم

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان
مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد
محدث عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید: شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
خلیفہ مجاز: امام الموحدین رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلک احناف، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلک دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہؓ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست
پیر طریقت شیخ الحدیث
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب مدظلہ

نگران
وکیل احناف مناظر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی
0301-7790908

مدیر مسئول
مولانا احسن خدامی
0320 4902150

مدیر
حمزہ احسانی
0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

توجہ فرمائیں!

☆......مجلّہ صفدر کے ''فتنہ غامدی نمبر'' کی جلد دوم کے لیے مقالات ومضامین یکم اکتوبر ۲۰۱۵ء تک بھیجے جاسکتے ہیں۔

☆......نیز اہل علم وقلم سے درخواست ہے کہ ترجمان مسلک دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کے حالات وواقعات پر مشتمل ''تونسوی نمبر'' کے لیے بھی اپنے تاثرات، مقالات، مضامین یا تعزیتی پیغامات یکم اکتوبر تک ضرور ارسال فرمادیں۔ جزاکم اللہ خیرا

پیام صفدر احسن خدامی

امیر المؤمنین کے انتقال کی خبر......دینی مدراس پر چھاپے

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم......!

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد صاحب کا سانحۂ ارتحال:

پڑوسی برادر ملک افغانستان میں برپا ہونے والی ''تحریکِ اسلامی طالبان'' کے سربراہ اور امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد صاحب اخبارات کی اطلاعات کے مطابق اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جہادِ روس میں روس کی عبرت ناک شکست کے بعد افغانستان میں مقامی کمانڈروں نے ظلم وفساد کا جو بازار گرم کیا اور یورپ وامریکہ کی سرپرستی میں قائم ہونے والی بعض نام نہاد مجاہدین کی برائے نام حکومت اس وحشت وبربریت کے سامنے جس طرح بے بس ومجبور بلکہ خود بھی اس کا ہی ایک حصہ نظر آئی، اس نے نہ صرف جہاد افغانستان سے وابستہ ہر دردمند مسلمان کو تڑپا کر رکھ دیا بلکہ جہاد کو بدنام کرنے میں بھی ایک بڑا کردار ادا کیا۔ جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کی سرزمین پر اللہ کا نظام نافذ کرنا ہے جبکہ خودغرض کمانڈروں کی ہوسناکیوں اور نفسانی کھینچا تانیوں نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ شاید جہاد اپنے نفسانی وذاتی مفادات کے لیے دین ومذہب کا نام استعمال کرنے اور اسلام کا کلمہ بلند کرنے کی آڑ میں اپنی اغراض حاصل کرنے کا گندہ کھیل کھیلنے کا نام ہے......قریب تھا کہ نام نہاد لیڈروں کے اعمالِ بد کی بدولت جہادِ روس کے باعث بلند ہونے والا اسلام کا پرچم پھر سے سرنگوں ہو جاتا اور جہاد فی سبیل اللہ کا نام ہمیشہ کے لیے بدنام ہو جاتا کہ جہادِ افغانستان میں بے مثال قربانیاں دینے والے لاکھوں مسلمانوں کا لہو رنگ لایا، اللہ جل شانہ کو اس مجبور وبے بس قوم پر رحم آیا اور افغانستان کے جنوب سے ایک گمنام شخص اللہ کی رحمت کا بادل بن کر اٹھا، اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے افغانستان پر چھا گیا۔ ظلم ووحشت کا کھیل اپنے انجام کو پہنچا اور عدل وانصاف کی موسلا دھار بارش افغانستان کی سرزمین پر یوں برسی کہ اس ''غیر مہذب'' ملک سے چلنے والی ٹھنڈی اور معطر ہوا کے جھونکوں سے ''پڑھی لکھی'' دنیا کے باسی بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

اَن پڑھوں نے پڑھے لکھوں کو تہذیب سکھائی، وحشیوں نے قانون پسندوں کو امن کی حقیقت سمجھائی، سائینس وٹیکنالوجی سے نابلد لوگوں نے جدید ٹیکنالوجی سے لیس دنیا کو خفیہ کیمروں اور قسما قسم مشینوں کے بغیر بطریقِ احسن حکومت چلا کر دکھائی، بے سروسامانوں نے میزائل برداروں اور ایٹمی طاقتوں کو خود داری اور غیرت کا مطلب بتایا اور بوریہ نشینوں نے دنیا کی رنگینیوں کو ان کی بے وقعتی سمجھائی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان چند برسوں میں ان درویش صفت انسانوں نے ''متمدن دنیا'' کے چہرے پر اس قدر تھپڑ رسید کیے ہیں اور نام نہاد تہذیب کے خود ساختہ بتوں کو یوں ایک ایک کر کے پاش پاش کیا ہے کہ تہذیب وتمدن کے نام پر بے حیائی و بے غیرتی، قانون کے نام پر چند مخصوص انسانوں کی من مانی، حکمت کے نام پر بے غیرتی وغلامی اور آزادیٔ رائے کے نام پر تعفن وسڑانڈ کو پھیلانے والے گوری چمڑی والے درندوں کے پاس اب میڈیا اور دولت کی قوت سے جھوٹ کو پھیلانے اور طاقت کی زبان سے حق کو خاموش کرنے کے سوا اپنی صفائی میں کہنے کو کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا۔

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ اس مردِ قلندر کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں، ان کے بعد ان کی تحریک اور افغانستان کے مسلمانوں کی ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرمائیں اور انہیں متحد رہ کر ایک بار پھر اپنے ملک میں خلفائے راشدینؓ کے نظام کو قائم کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم......!

اہل دین کو مٹانے کے حکومتی حربے اور مدارس پر چھاپوں کا مکروہ سلسلہ:

پنجاب کے دینی مدارس ایک بار پھر سرکار کی نظر کرم کی زد میں ہیں اور غالبًا ایک منظّم منصوبے کے تحت یکا یک اِس طرف سے اُس طرف تک دینی مدارس میں چھاپوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے، مجاہدِ اہل سنت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی رحمہ اللہ کی یادگار جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم، ملک کا نامور اور معزز ومحترم دینی ادارہ دارالعلوم کبیر والا، جامعہ مدنیہ بہاولپور اور جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ بھی اس اندھی اور بہری حکومتی پالیسی کی زد میں آکر چھاپے اور تلاشی کی آڑ میں تذلیل وتحقیر کے عمل سے دوچار ہوئے ہیں۔ اِس سے کچھ عرصہ قبل جامعہ دارالعلوم کراچی جیسا باوقار ادارہ بھی اسی قسم کے توہین آمیز عمل سے دوچار ہو چکا ہے۔ علمائے کرام اور اہل دین و دینی مدارس کی توہین وتحقیر کے یہ واقعات اگر محض اتفاقی ہوتے، یا کسی غلط فہمی کی بنیاد پر پیش آئے ہوتے، یا محض کسی مقامی افسر کی شرارت وخباثت کا نتیجہ ہوتے تو ان پر کوئی احتجاج کرنے یا سرکار سے ان کا تدارک کرنے کی درخواست کرنے کا کچھ فائدہ

بھی ہوتا، تاہم پون صدی کے مرحلہ وار واقعات وحالات کو سامنے رکھتے ہوئے اب یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ مدارس پر یہ چھاپے، علمائے حق پر یہ پابندیاں، جعلی پولیس مقابلے، دینی کتب پر پابندیاں اور اہل دین کو ہراساں کرنے کی یہ کوششیں اتفاقاً پیش آنے والے واقعات نہیں ہیں بلکہ یہ اس مسلسل ومنظم پالیسی کا حصہ ہیں جو ہر دین دشمن حکومت اپنی حکومت میں دین کو مٹانے کے لیے استعمال کرتی چلی آئی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ نے ''بینات'' میں ایک مرتبہ دین اور اہل دین کو مٹانے کے سرکاری وحکومتی ہتھکنڈوں کا ذکر کیا تھا۔ آج اس تحریر کو نصف صدی بیت جانے کے بعد اُس اللہ کے ولی کی لکھی ہوئی وہ سطور بندہ کے سامنے ہیں اور احقر جب ایک نگاہ اس پر اور ایک نظر اپنے وطن کے موجودہ حالات پر ڈالتا ہے تو دونوں میں سرِ موفرق نظر نہ پاکر آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا جاتا ہے اور اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے اس ملک میں اسلام اور متدین مسلمانوں کا مستقبل اندیشہ ناک دکھائی دینے لگتا ہے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''یہ زمانہ ڈپلومیسی اور چالبازی کا ہے، جس مخالف اور بزعم خود دشمن طبقہ اور اس کے مراکز کے خلاف جنگ کرنی ہوتی ہے، میدانِ حرب وضرب اور جبر واستبداد میں گرم جنگ لڑنے سے برسوں پہلے میدانِ صحافت میں سرد جنگ لڑی جاتی ہے، یعنی پہلے اس کے خلاف اخبارات ورسائل میں مضامین ومقالات شائع ہوتے ہیں تاکہ زمین یعنی رائے عامہ کو اس کے خلاف ہموار کرلیا جائے، اس کے بعد حکومت کی ''کنٹرولنگ مشینری'' حرکت میں آتی ہے اور ابتداء صرف حکومت سے ''ریگ نیشن'' یعنی الحاق کی دعوت دی جاتی ہے، ساتھ ساتھ ''ایڈ'' یعنی مالی امداد کا لقمۂ چرب وشیریں اربابِ مراکز ومدارس کے منتظمین کے سامنے ڈالا جاتا ہے، اگر یہ حربہ کامیاب نہیں ہوتا تو پھر قانون کے ذریعے ریگ نیشن یعنی الحاق پر مجبور کیا جاتا ہے، اس کے بعد نصاب اور درسی کتابوں میں کتر وبیونت کی جاتی ہے، قدیم علوم کی ٹھوس قابلیت پیدا کرنے والی کتابیں نکال کر ان کی جگہ عصری علوم وفنون کی کتابیں لائی جاتی ہیں، اس طرح دینی علوم کی جان تو نکال ہی لی جاتی ہے، اسی کے ساتھ ان ملحقہ مدارس کی سندوں کو وزارتِ تعلیمات سے منظور کرادیا جاتا ہے اور سرکاری ونیم سرکاری تعلیمی وغیر تعلیمی اداروں میں ملازمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ طلبہ کے لیے لقمۂ چرب وشیریں ڈالا جاتا ہے، اور پورے ملک سے ماہرینِ علوم دینیہ کو کھینچ لینے اور آزاد عربی مدارس کو ویران کردینے کی غرض سے ان نیم سرکاری یا سرکاری درس گاہوں میں کام کرنے والے ماہرین ومحققین علوم دینیہ کے لیے گراں قدر مشاہروں اور

الاؤنسز کے اعلان کیے جاتے ہیں، ان کی سالانہ ترقی اور تنخواہ کے منہ میں پانی بھرلانے والے گریڈ مقرر کیے جاتے ہیں، یہ آزمودۂ کار علماء و محققین کے زبان وقلم کو حکومت کے خلاف بولنے اور لکھنے سے باز رکھنے کے لیے طلائی زنجیریں تیار کی جاتی ہیں۔

ان تدبیروں کے بعد بھی جو دین کو دنیا پر ترجیح دینے والے علماء حق اور آزاد مدارسِ دینیہ عربیہ کے اساتذہ و مبلغین اور واعظین وخطباء اس دام ہمرنگ زمین میں گرفتار ہو کر اپنی کلمۂ حق کہنے کی آزادی قربان نہیں کرنا چاہتے، ان کے خلاف حکومت کا قانون حرکت میں آتا ہے، اول ان کی قدرِ کفاف روزی پر حملہ کیا جاتا ہے اور ڈپٹی کمشنر کی منظوری کے بغیر پبلک سے چندہ وصول کرنا قانوناً ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے، پھر ان کے گوشۂ عافیت پر یورش ہوتی ہے اور محکمہ اوقاف کے ذریعے یادگارِ صفۂ مسجدِ نبوی علی صاحبها الصلوة والسلام یعنی مدارسِ عربیہ اور مکاتبِ دینیہ کی عمارتوں پر قبضہ کر کے انہیں خانماں برباد کر دیا جاتا ہے، خدا کے گھروں یعنی مسجدوں پر قبضہ کیا جاتا ہے اور محکمہ اوقاف کے ذریعے غیر سند یافتہ مؤذنین، ائمہ اور خطباء کے لیے مسجدوں کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اوقاف کی قائم کردہ منتظمہ کمیٹی کے سیکرٹری سے اعلان کرادیا جاتا ہے کہ سیکرٹری کی اجازت کے بغیر کوئی بھی عالمِ دین مسجد میں وعظ نہیں کہہ سکتا، پبلک جلسوں میں علماء حق کو جلسوں سے روکنے کے لیے ''دفعہ ۱۴۴'' لگادی جاتی ہے۔ ان علماء و مبلغین و واعظین کو، جن سے حکومت کے خلاف بولنے کا خطرہ ہوتا ہے، کسی خاص علاقہ میں، ان کی بستی میں، یا گھروں میں قانونِ ''تحفظِ امن عامہ'' کے تحت نظر بند کر دیا جاتا ہے، یا زبان بندی کر دی جاتی ہے، اور جن علمائے حق کے ملک میں موجود ہونے کو ہی حکومت اپنے مفاد کے لیے مضر سمجھتی ہے، ان کو جلا وطن کر دیا جاتا ہے۔ تا اینکہ علمائے حق کے پاس قانون شکنی کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہیں رہتا اور وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں، تب گرم جنگ شروع ہوتی ہے اور اور جیلوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اگر جیلوں کی وحشیانہ اور ننگِ انسانیت ایذارسانیاں بھی ان کو حق بات کہنے سے نہیں روک سکتیں تو حکومتیں ان کو سولی پر چڑھا دینے میں بھی دریغ نہیں کرتیں، اور علماء حق امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، اور امام احمدؒ کی سنت کو بے دریغ زندہ کرتے ہیں اور قید و بند کی تمام ترسختیوں بلکہ موت فی سبیل اللہ کو بھی لبیک کہتے ہیں۔

یہ ہوتے ہیں علمائے حق پیدا کرنے والی علوم دینیہ کی درس گاہوں اور علماء حق کے بابرکت وجود کو کسی روئے زمین سے مٹانے کے دہ سالہ اور پنج سالہ منصوبے اور ان کے مختلف مرحلے، سادہ لوح عوام ان سے قطعاً ناواقف ہیں، مگر علماء حق ان سے خوب اچھی طرح واقف ہیں، اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں

ہر مزاحمت کا مقابلہ کرنے اور ہر ظلم و جور کو سہنے اور ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں، مگر کسی مرحلہ پر بھی علوم دینیہ کی حفاظت کا فرض انجام دینے اور حکومت کے اثر سے آزاد دینی خدمت انجام دینے کی سعادت سے کسی قیمت پر بھی دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ **وما توفیقنا الا بالله، هو مولانا، نعم المولیٰ و نعم النصير......**'' [بصائر وعبر (مطبوعہ) ص۲۲۴]

حضرت بنوری رحمہ اللہ کی چشم کشا اور حقیقت نما تحریر قارئین کی خدمت میں پیش کر دی گئی ہے، اس تحریر میں جن سرکاری وشیطانی ہتھکنڈوں سے اس وقت قوم کو آگاہ کیا گیا تھا، ان میں سے کتنے وقوع پذیر ہو چکے ہیں، کتنوں پر عمل درآمد جاری ہے اور کتنے ابھی باقی ہیں، یہ جائزہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں......اگر خدانخواستہ خدانخواستہ یہی بھیانک صورتحال بتمامہٖ ہمارا مقدر بنتی چلی جاتی ہے تو ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہیئے؟ مناسب ہے کہ خود کچھ کہنے کی بجائے یہ بھی حضرت اقدس بنوری رحمہ اللہ ہی کی زبانی قارئین کرام کی خدمت میں عرض کر دیا جائے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ:

''اب اگر کوئی فرد یا جماعت، حکومت یا قوم اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودنا اور ہلاکو خاں، چنگیز خاں، اکبر اور اس کے ہر دو شیطانوں ابولفضل اور فیضی، کمال اتاترک، اور آخر میں مسلم اشتراکیت نواز ممالک کے زعماء اور برسرِ اقتدار پارٹیوں کے نقشِ قدم پر چل کر خودکشی کرنا چاہتی ہے شوق سے کرے، علماء دین وحاملینِ شرعِ متین بھی سربکف، برہنہ جسم پر تازیانے کھانے، دار ورسن پر چڑھنے اور دمِ واپسیں تک کلمۂ حق کہتے رہنے کے لیے تیار ہیں، علماء کے لیے بھی یہ کھیل کوئی نیا کھیل نہ ہوگا بلکہ یہ مقاومت اور مقابلہ اور آزمائش تو ان کے اسلاف واکابر کی سنت ہے، اس کے باوجود ارحم الراحمین سے دعا ہے کہ وہ پاکستان کے علماءِ حق کو اس ابتلاء سے محفوظ رکھے اور اپنی پناہ میں لے کر اس دینی خدمت کے سلسلے کو جاری وساری اور قائم ودائم رکھے، آمین۔'' [بصائر وعبر، ص۲۲۴]

☆......☆......☆......☆

اعلان

کچھ عرصہ پہلے زبیر علی زئی صاحب کی کتاب ''مقالات جلد۶'' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں ایک طویل مضمون ''رب نواز دیوبندی کے ایک سوال کا جواب'' ہے۔ عنقریب ہم اس مضمون کو متن میں رکھ کر حاشیہ میں جواب دیں گے۔ پہلے ہمیں اس مضمون کے منظرِ عام پہ آنے کا علم نہ تھا ورنہ فی الفور اس کے جواب دینے کا اعلان شائع کرا دیتے۔ [رب نواز عفا اللہ عنہ]

مولانا مدثر جمال تونسوی

غامدیت و قادیانیت

فتنۂ قادیانیت کس مردود بلا کا نام ہے؟ اس سے تو تقریباً ہر مسلمان ہی واقف ہے مگر کچھ اُبھرتے ہوئے نئے فتنے بھی ہیں جن میں سے ایک ''فتنۂ غامدیت'' ہے۔ یہ فتنہ یوں تو کافی عرصے سے سرگرم ہے مگر جب سے ننگِ زمانہ پرویز مشرف کی بدولت ٹی وی سکرین پر اِس فتنے کو رونمائی کا کھلا موقع میسر آیا ہے تب سے اب تک اس کے برگ و بار زیادہ نکھر کر سامنے آئے ہیں اور آرہے ہیں۔ ایک صاحب جاوید احمد غامدی اِس نئے فتنے کے سربراہ ہیں جو ''مسلمانوں کی متفقہ راہ'' سے ہٹ کر چلنے میں ہی اپنا نمائش سمجھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اس نمائش کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

جن مسائل میں ان صاحب نے ''مسلمانوں کی متفقہ راہ'' سے انحراف کرکے اپنی نئی راہ بنائی ہے ان میں ایک ''مسئلہ قادیانیت'' بھی ہے۔ اِس بارے میں ان کے جو فرمودات ہیں انہیں درج ذیل تین نکات میں سمویا جاتا ہے۔ یہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

(۱)......قادیانی مردود نے اپنی ''نبوت'' اور ''نبی'' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا (اس لیے انہیں کافر کہنے کی بنیادی وجہ جو علماء اسلام پیش کرتے ہیں وہ ہی ختم ہو جاتی ہے۔)

(۲)......اگر مرزا قادیانی یا کسی اور خود کو مسلمان کہلوانے والے شخص کا کوئی نظریہ علماءِ اسلام کے ہاں کفریہ نظریہ ہے تو بھی اس کی بنیاد پر اسے کافر نہیں کہہ سکتے (اس لیے بھی مرزا قادیانی کو کافر کہنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔)

(۳)......مرزا قادیانی نے جو کچھ دعوے کیے ہیں وہ سب اسی طرح کے دعوے ہیں جیسے ان سے پہلے متعدد صوفیا بھی کر چکے ہیں (اس لیے علماء اسلام کو چاہئے کہ جو چھوٹ انہوں نے صوفیا کو دی ہے وہ مرزا قادیانی کو بھی دیں یا جو حکم مرزا قادیانی پر لگایا ہے وہ صوفیا پر بھی لگائیں۔)

حقیقت یہ ہے کہ غامدی صاحب کے یہ تینوں نظریات جہالت کا بھی مرقع ہیں اور اُن کی تلبیس و دجل کا بھی شاہکار ہیں۔

قارئین کرام! اب ذرا خود مرزا قادیانی کی اپنے متعلق رائے ملاحظہ فرمائیں جس سے معلوم ہوگا

کہ شاید غامدی صاحب نے مرزا کی کتب کا مطالعہ کیے بنا ہی رائے قائم کی ہے یا پھر جان بوجھ کر کسی مشن پر چلائے گئے ہیں جیسا کہ خود مرزا قادیانی بھی انگریزوں کی پیداوار تھا۔

لیجئے اب مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی نبوت کے متعلق دعوے ملاحظہ فرمائیں......

۱......میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس طرح میں قرآن کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو جو میرے اوپر نازل ہوا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔[حقیقۃ الوحی]

۲......مجھے اپنی وحی پر ویسا ہی یقین ہے جیسا تورات، انجیل اور قرآن پر۔[اربعین۴]

۳......اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا، باقی کوئی اسکا مستحق نہیں۔

[حقیقۃ الوحی]

۴......سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔[دافع البلا]

۵......قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا أی مرسل من اللہ......اور کہہ دو کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں......[اشتہار معیار الاخیار:۳، مجموعہ اشتہارات:۳/۲۷۰]

۶......خدا نے الہام کیا ہے ''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہیگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔''[تذکرہ، طبع جدید]

۷......خدا تعالی نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔[مرزا کا خط بنام ڈاکٹر عبدالحکیم]

۸......جو شخص مجھ میں اور محمد مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا۔

[خطبہ الہامیہ]

۹......میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔

[ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن]

۱۰......ہم خدا تعالی کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوی کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہوں اور ''میری وحی کے معارض نہیں'' اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔

[اعجاز احمد، روحانی خزائن]

۱۱......سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا......یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور

تمام امتوں کی لیے نشان ہے......[دافع البلاء]

۱۲......ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔[بدر، مارچ 1908]

۱۳......انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا، سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں، اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔[مرزا صاحب کا آخری خط جو وفات سے تین دن قبل کا ہے۔]

۱۴......پس اس میں کیا شک کہ میری پیشین گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا شروع ہو جانا میری سچائی کے لیے ایک نشان ہے یاد رہے کہ ''خدا کے رسول کی خواہ کسی حصۂ زمین میں تکذیب ہو مگر اس کی تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔'' [حقیقۃ الوحی]

یہ محض چند حوالہ جات ہیں جن میں مرزا قادیانی نے اپنے نبی ہونے اور اپنی نبوت کا صاف اقرار کیا ہے، ورنہ تمام حوالہ جات کی ایک لمبی فہرست ہے جو اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں باحوالہ یکجا کر دی گئی ہیں۔ اِس لیے یہ غامدی صاحب محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے یا کسی اور مذموم مقصد کے لیے اس قسم کا شوشا چھوڑتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے تو خود کی نبوت اور نبی ہونے کا صریح دعویٰ کیا ہی نہیں۔

دوسری بات یہ کہی گئی کہ جب مرزائی خود کو مسلمان کہلواتے ہیں بلکہ اِس پر اصرار بھی کرتے ہیں تو ان کے کسی ایسے نظریہ کی وجہ سے جو علماء اسلام کے ہاں کفر شمار ہوتا ہے تب بھی اس کفریہ نظریہ کی وجہ سے انہیں کافر نہیں کہا جائے گا۔ یہ بھی محض مغالطہ بازی اور فریب دہی ہے۔ اسی قسم کی بات خود مرزائی بھی اپنے بارے میں کہتے ہیں اور ایسی ہی باتوں سے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسی ہی ایک بات شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ کے پاس بھیجی گئی تو انہوں نے اس کا جو جواب دیا وہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ جامع اور واضح بھی ہے اسے ملاحظہ فرمایئے۔ مرزائی سائل کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میرے محترم! یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ آپ کے اور مسلمانوں کے درمیان بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو نبی مانتے ہیں اور مسلمان اس کے منکر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اگر واقعتاً نبی ہیں تو ان کا انکار کرنے والے کافر ہوئے، اور اگر نبی نہیں تو ان کو ماننے والے کافر۔ اس لئے آپ کا یہ اصرار تو صحیح نہیں کہ آپ کے عقائد ٹھیک وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں، جبکہ دونوں کے درمیان کفر و اسلام کا فرق موجود ہے، آپ ہمارے

عقائد کو غلط سمجھتے ہیں اس لئے ہمیں کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب، حکیم نور دین صاحب، مرزا محمود صاحب اور مرزا بشیر احمد صاحب، نیز دیگر قادیانی اکابر کی تحریروں سے واضح ہے اور اس پر بہت سی کتابیں اور مقالے لکھے جا چکے ہیں۔

اس کے برعکس ہم لوگ آپ کی جماعت کے عقائد کو غلط اور موجب کفر سمجھتے ہیں، اس لئے آپ کی یہ بحث تو بالکل ہی بے جا ہے کہ مسلمان، آپ کی جماعت کو دائرۂ اسلام سے خارج کیوں کہتے ہیں؟ البتہ یہ نکتہ ضرور قابل لحاظ ہے کہ آدمی کن باتوں سے کافر ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول چلی آتی ہیں اور جن کو گزشتہ صدیوں کے اکابر مجددین بلا اختلاف ونزاع، ہمیشہ مانتے چلے آئے ہیں (ان کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے) ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے اور منکر کافر ہے۔ کیونکہ ''ضروریاتِ دین'' میں سے کسی ایک کا انکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پورے دین کے انکار کو مستلزم ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار پورے قرآن مجید کا انکار ہے، اور یہ اصول کسی آج کے مُلاّ، مولوی کا نہیں بلکہ خدا اور رسول کا ارشاد فرمودہ ہے اور بزرگانِ سلف ہمیشہ اس کو لکھتے آئے ہیں۔ چونکہ مرزا صاحب کے عقائد میں بہت سی ''ضروریاتِ دین'' کا انکار پایا جاتا ہے، اس لئے خدا اور رسول کے حکم کے تحت مسلمان ان کو کافر سمجھنے پر مجبور ہیں۔''

[آپ کے مسائل اور ان کا حل]

الغرض ایک ایسے وقت میں جب کہ امت مسلمہ متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دے چکی ہے اور صرف کفریہ دنیا ہی کھلے عام ان مرتد قادیانیوں کو پشت پناہی بھی کر رہی ہے اور انہیں ہر قسم کا تعاون بھی فراہم کر رہی ہے تو غامدی صاحب کے چھوڑے ہوئے یہ شوشے محض ایک سادہ سی بات نہیں بلکہ اس کے پس پردہ نہایت مذموم مقاصد کی آبیاری نظر آتی ہے اور قادیانیوں کے سرپرست انگریز ہر حال میں اس مرتد وزندیق فرقہ قادیانیت کو مسلمانوں کے ہاں ''مسلمان'' باور کرانا چاہتے ہیں تاکہ جس مقصد کے لیے اس فرقے کو کھڑا کیا گیا ہے وہ حاصل ہو اور وہ جہاد کمزور ہو جس نے کافروں کی کمر توڑ کر رکھی دی ہے۔ اس لیے وقتاً فوقتاً قادیانیت نوازی کی مختلف سازشیں منظر عام پر آتی ہیں مگر جھوٹے نبی اور اس کی جھوٹی امت نہ پہلے کبھی کامیاب ہوئے ہیں اور نہ آئندہ ہوں گے۔ ہاں جو ان کی حمایت کریں گے وہ بھی دنیا و آخرت میں ذلت کے لیے تیار رہیں!! [بشکریہ القلم شمارہ: ۵۰۵]

☆......☆......☆......☆

محمد فاروق، کراچی

فتنۂ الحاد......موجودہ دور میں

اسلام کا نام لے کر اسلام کو ڈَسنا، اسے تحریفی نشتر لگانا، اس پر جرح وتنقید کی مشق کرنا اور محض مفروضات سے اُس کے قطعی مسائل کو پامال کرنا ہر دور کے ملاحدہ وزنادقہ کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ پہلی صدی کے خوارج ہوں یا مابعد کے باطنیہ، تیسری صدی کے اصحاب العدل والتوحید ہوں یا دورِ حاضر کے ''ارباب فکرونظر''، دوسری صدی کا ابن المقفع ہو یا چودھویں صدی کا اسلم جیراجپوری، اکبری دور کے ابوالفضل اور فیضی ہوں یا ہمارے دور کے جاوید غامدی، ماضی قریب کے ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور عمر احمد عثمانی ہوں یا آج کا عمار خان ناصر، سب کا مشترک مقصد، مشترک نقطہ نظر اور مشترک سرمایہ اسلام کی چاردیواری میں رخنہ اندازی کرنا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ: اسلام کی اصل روح پہلی صدی کے وسط یا تقریباً آخر میں دفن ہوکر رہ گئی۔ اوراب جو ''مدون اسلام'' تیرہ یا چودہ صدیوں سے مسلمانوں کے پاس موجود ہے، یہ وہ اسلام نہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا، بلکہ یہ اسلام ''مردہ کا ورثہ'' اور ''زندگی کی حرارت'' سے محروم جسد بے روح ہے۔ نعوذ باللہ۔[1]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے امت محمدیہ سے اجتماعی عذاب اُٹھالیا ہے۔ یعنی اب اس امت پر کوئی ایسا عذاب نہیں آئے گا کہ جس سے پوری امت ہلاک وبرباد ہوجائے۔ لیکن اہل ایمان کے امتحان اور آزمائش کے لیے فتنے برابر پیدا ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے: ''كل شئ ينقص، إلا الشر، فإنه يزاد فيه.'' ہر چیز میں کمی ہوگی لیکن شر (وفتن) میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا۔[2]

''فتنہ'' عربی زبان کا لفظ ہے، جو متعدد معانی کے لیے قرآن کریم میں بھی استعمال ہوا ہے۔ لیکن معروف معنی دنگا فساد ہی ہے۔ اوراسی معنی میں یہ لفظ اردو میں بھی مستعمل ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں بھی ''فتنہ وفساد'' وغیرہ الفاظ ہم استعمال کرتے رہتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق امت محمدیہ مسلسل فتنوں کا شکار رہے گی۔

آج نقشۂ عالم پرنگاہ دوڑائیے! حرمین شریفین سے کرتمام عرب ممالک، ایشیاء، یورپ، افریقہ اورامریکہ سبھی خطے شرور وفتن کی لپیٹ میں ہیں۔ آفات ومصائب کا ایک عالمی طوفان ہے جو بڑھتا چلا

جا رہا ہے، فتنوں پر فتنے اٹھ رہے ہیں، دینی و علمی فتنے، ملکی و قومی فتنے، تہذیب و تمدن کے فتنے، آرائش و آشائش کے فتنے، سرمایہ داری کے فتنے، غربت و افلاس کے فتنے، اخلاقی و سیاسی فتنے، عقل پرستی کے فتنے، داخلی و خارجی فتنے حتیٰ کے نورانی اور روحانی فتنے۔ ایک تسلسل کے ساتھ تمام فتنے دنیا میں پھیلتے چلے جا رہے ہیں، دنیا کا کوئی بھی خطہ شاید ایسا نہیں جو فتنوں سے بالکلیہ محفوظ اور مامون ہو۔

اور انتہائی کرب ناک صورت حال یہ ہے کہ دشمنان اسلام کی سازشوں کے نتیجے میں عالم اسلام فتنوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا ہے۔ اسلام کے نام پر فتنے، اسلامی عقائد اور اسلامی اعمال میں فتنوں کی ایک شورش برپا ہے۔ فریق مخالف کے خلاف کفر و ضلال کی مشین گن تھامے ہر کوئی اسلام کا ٹھیکیدار نظر آتا ہے۔ یورپ سے درآمد شدہ دانشور مسلمانوں کے ایمان کو ختم یا کم از کم کمزور کرنے کے لیے آئے دن ''نئی تحقیق'' اور ''جدید ریسرچ'' کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ قلمی جولانیاں، زبان کی سلاست و روانی، چرب لسانی کے ذریعے اذہان و عقول کو متاثر کر کے احکام دین سے باغی کرنا ان کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اُن سے اور کچھ نہ بن پڑے تو اچھے بھلے مسلمان کو اس کے عقائد و افکار کے حوالے سے شک میں تو ڈال ہی دیتے ہیں۔ اور یہ سب اِس وجہ سے ہے کہ ہم مسلمانوں نے اپنے خالق سے بے پروائی اختیار کر لی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:''ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا.'' جو ہماری یاد سے منہ موڑے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔ آج ہماری پستی و ذلت کا بڑا اسبب یہی ہے کہ ہم نے خالق کائنات سے روگردانی کر رکھی ہے۔

فتنوں کی اِس بھرمار میں سب سے خطرناک ایمان سوز فتنے ہیں۔ کیونکہ کسی بھی مسلمان کے لیے سب سے قیمتی چیز ایمان ہے، جب متاعِ ایمان ہی لٹ جائے تو دنیا و آخرت کی سب خیریں گویا چھن گئیں۔ چنانچہ احادیث میں فتنہ دجال کو بڑا فتنہ قرار دیا گیا، کیونکہ وہ ایمان کے لیے خطرناک ہوگا۔ انھی ایمان سوز فتنوں میں سے ایک ''فتنہ الحاد'' ہے۔ جس کا معنی: راہِ راست سے ہٹ جانا، بے دینی اور مذہب بیزاری اختیار کرنا ہے۔ یعنی حق سے منحرف ہو کر اس میں بے بنیاد باتیں داخل کر دینا۔ اور دینی احکام کے بارے میں غلط قسم کی تاویلیں کرنا۔ مختصر یوں کہہ لیں کہ دین میں تحریف، ردو بدل یا دین کے نام پر دین سے دُوری کا نام اِلحاد ہے۔

اِس فتنۂ الحاد سے اسلام اور اہل اسلام کا واسطہ کوئی نیا نہیں، جب سے اِسلام آیا تب سے اِسلام میں تحریف کر کے لوگوں کو اسلام سے دُور کرنے والے بھی موجود ہیں۔ اُسی زمانے سے ملحدین نے دینی احکام کو کھیل اور مذاق سمجھ کر تاویلاتِ باطلہ کا نشانہ بنائے رکھا۔ اور مسلمانوں کو اُن کے دین سے

کاٹنے اور دُور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ علمائے اسلام اپنی شرعی اور دینی ذمہ داری کی بدولت ان فتنوں کا تعاقب کرتے رہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق یہ سلسلہ دراز ہوتا رہا اور آج ہم ان فتنوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ ماضی قریب میں سرسید احمد خان، وحید الدین خان، غلام احمد پرویز، غلام احمد قادیانی، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، عمر احمد عثمانی، حمید الدین فراہی، ابوالاعلیٰ مودودی، عنایت اللہ مشرقی، امین احسن اصلاحی اور ان جیسے ملحدین اِسی سلسلے کی کڑیاں گزری ہیں۔

دورِ حاضر میں بھی یہ فتنہ مختلف شکلوں میں موجود ہے۔ سب سے پہلے میں جناب فراہی اور اصلاحی کے شاگرد جاوید غامدی صاحب اور ان کے فکری جانشین جناب عمار خان ناصر کا نام لینا چاہوں گا، کیونکہ یہ وہ شخصیات ہیں جنھوں نے اپنے اساتذہ فراہی و اصلاحی کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے دین کی از سرِنو تشکیل کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور اللہ کے نازل کردہ دین میں سے صحابہ کرام سے لیکر آج تک کی چودہ صدیوں کے علماء، فقہاء، محدثین و مفسرین کے آراء کے برخلاف ''جو کچھ'' غامدی صاحب کو سمجھ آسکا، وہ انھوں نے اپنی کتاب ''میزان'' میں بیان کر دیا ہے۔[۳]

غامدی صاحب نے تشکیل جدید میں پہلا حملہ قرآن پاک پر کیا کہ قرآن سمجھنے کے لیے صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے ''عربی دانی''۔ قرآن سمجھنے کے لیے نہ کسی تفسیر کی پابندی ضروری ہے نہ تشریحات سلف کی پیروی۔[۴] اور ''سنت'' کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ: ''سنت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے افعال و عادات نہیں بلکہ ''دین ابراہیمی کی روایت'' ہے جسے آپؐ نے دین کی حیثیت سے جاری فرمایا۔ نیز سنت کو سمجھنے کے لیے دین ابراہیمی کے حاملین (یہود و نصاریٰ) کے عمل و تواتر کو دیکھا جائے گا۔ (امت محمد یہ کے تواتر عملی کو نہیں۔)''[۵] اور تیسرا اُصول یہ وضع کیا کہ ''حلت و حرمت اور جواز و عدم جواز کے لیے مدار شریعت نہیں، ''فطرت'' اور عقل انسانی ہے۔''[۶] اِن اُصولِ ثلاثہ سے دین کا کوئی جز بچتا نظر آئے، مثلاً حدود و تعزیرات اور اِقدامی جہاد وغیرہ تو اُس کے بندوبست کے لیے ''قانونِ اتمام حجت'' نامی اصطلاح معرضِ وجود میں لائی گئی۔

لیجیے! قرآن مجید کی تمام تر تفاسیر سے بھی آزادی ملی، سنت کے نام پر ''ملاں لوگ'' جو قیود لگاتے ہیں اُن سے بھی جان چھوٹی اور ''شریعت'' کے گورکھ دھندے سے بھی خلاصی ہوئی۔ اَب غامدی صاحب ہیں اور قرآن کی آیات۔ اپنی ''عربی دانی'' کی بنیاد پر جس آیت کی جو چاہیں تشریح کریں۔ غامدی صاحب ہیں اور ''دین ابراہیمی کی روایات''۔ لہٰذا سنتوں کی تعداد سمٹ کر ۲۷/رہ گئی۔ غامدی صاحب ہیں اور ان کی ''فطرت سلیمہ''۔ لہٰذا اپنی فطرت سے سوال کر کے جسے چاہیں حلال قرار دیں اور

جسے چاہیں حرام۔رہی سہی کسر ''قانون اتمام حجت'' پوری کردے گا۔رہے نام ملتِ غامدیہ کا۔۔!!

اِسی اُصول کے پیش نظر اُنہوں نے حیات عیسیٰ، ظہورِ مہدی، حجیت حدیث، ڈاڑھی کی سنیت، حجیتِ اجماع، رجم کی حد، قرآن کریم کی مختلف قراآت، تصوف، مسلم وغیر مسلم اور مرد وعورت کی گواہی میں فرق، زکوۃ کے معین نصاب اور نبی کریم کی افعال واعمال کی سنیت کا انکار کردیا کہ: ''قرآن اِن سے خاموش ہے۔'' اور موسیقی، تصویر، بیمہ وغیرہ کو اس لیے جائز قرار دیدیا کہ ''قرآن اِن سے منع نہیں کرتا۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیکڑوں سنتوں کا اِنکار اِس بنا پر کردیا کہ ''دین ابراہیمی کی روایت نہیں۔'' اور کھانے کی چیزوں میں چار چیزوں کے سوا سب کی حرمتِ شرعی کا انکار کردیا کہ ''وہ فطرت پر موقوف ہیں۔''[۷] اور اِقدامی جہاد، مرتد کی شرعی سزا اور مسئلہ تکفیر کو ''قانونِ اتمام حجت'' میں نمٹا دیا۔

عمار خان صاحب اکثر مسائل میں تو غامدی صاحب کے بالکل قدم بقدم ہیں۔ چنانچہ تفسیر بالرائے، انکارِ اِجماع، انکارِ سزائے ارتداد ورجم، اقدامی جہاد کے انکار اور تصوف واہل تصوف کے استہزاء میں بعینہ غامدی اصغر ہیں۔ اور بعض مسائل جن میں وہ سمجھتے ہیں کہ اگر میں نے غامدی صاحب سے اتفاق کیا تو امت کی اجماعی رائے کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج قرار پاؤں گا تو اُن میں اِنکار کی بجائے تشکیک اور نفس مسئلہ کی اصل حیثیت کو مجروح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈاڑھی کی شرعی حیثیت، حیات عیسیٰ اور مسئلہ تکفیر وغیرہ مسائل میں وہ اِسی راہ پر گامزن ہیں۔[۸]

اِن افکار کا یقینی نتیجہ مذہب بیزاری، دینی تشکیک وتذبذب، تمام امت اسلامیہ کی تجہیل اور تحمیق اور قدیم علماء امت اور حاملین دین کو ناقابل اعتماد مجرم قرار دینا اور اسلام کی پوری تاریخ تاریک در تاریک دِکھلانا ہے۔ غامدی صاحب کے وضع کردہ فہم دین کے اُصولوں کے نتیجے میں کیا کچھ ہمارے ہاتھ سے جاتا ہے؟ اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر وتشریح میں جو کچھ صاحبِ قرآنؐ نے فرمایا وہ ناقابل اعتبار ٹھہرا کہ: ''قرآن سمجھنے کا مدار فقط ''عربی دانی'' ہے۔'' اقوالِ صحابہ وتابعین، تشریحاتِ مفسرین اور فقہاء کرام کے قرآن سے اخذ کردہ مسائل واحکام سب بیک جنبش قلم ناقابل التفات ٹھہرے۔ سنت رسول اور آثار صحابہ کی پابندی بھی غیر لازم ہوئی کہ: ''سنت تو 'دین ابراہیمی کی روایت' ہے۔'' اور اجماع کو تو غامدی صاحب نے صاف لفظوں میں 'بدعت' اور عمار خان نے ''علمی افسانہ'' لکھ دیا۔ یوں پوری امت مبتدع وافسانوی کردار کی حامل ٹھہری۔ تصوف کو جناب نے ''عالمگیر ضلالت'' قرار دے کر تمام صوفیاء ملت کو ''گمراہی'' کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ یہود ونصاریٰ کے لیے نبی کریم پر ایمان کو غیر ضروری قرار دے کر کلمہ اسلام کی اہمیت ختم کر ڈالی۔ الغرض کلمہ اسلام سے لے کر دین کے معمولی حکم تک سب کو غامدی

صاحب نے مردود، نا قابل التفات، یا مشکوک کر دیا۔ اور چودہ صدیوں کا اجماعی تعامل اور جمہور اہل علم کا موقف غیر معتبر ٹھہرا۔ اَب دین کو سمجھنے کا واحد ذریعہ عقلِ غامدی اور فطرتِ عمار ہے۔۔!! اعاذنا اللہ منہ

طرفہ تماشا یہ ہے کہ اِس ''تحریف دین'' کا نام ''تحقیقِ اسلام'' اور ''اِلحاد فی الدین'' کا نام ''اظہارِ حقیقت'' رکھا جاتا ہے۔ غامدی و عمار صاحبان کے علاوہ دیگر ملحدینِ زمانہ میں زید حامد، فرحت ہاشمی اور ان جیسے دسیوں پروفیسرز، بیسیوں ڈاکٹرز اور نام نہاد دانشورز شامل ہیں۔ جنھوں نے مختلف ٹی وی چینلز، پرنٹ والیکٹرانک میڈیا اور مختلف لیکچرز وانٹرویوز میں آئے دینی احکام کی من پسند تشریحات وتوضیحات کر کے قوم کو گمراہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ ان سے ہٹ کر سکولوں کالجوں میں رائج انگریزی کلچر، یہود وہنود کی تہذیب وتمدن بھی اِلحاد پھیلانے میں پیش پیش ہے، اسی کو دیکھ کر علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی فراخی تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ابتدا ہی سے بچوں کے گلے میں ٹائی لٹکا کر ان کو عیسائی تہذیب سے مانوس اور اسلامی تہذیب سے بے گانا کیا جاتا ہے، بود وباش، رہن سہن، شکل وصورت، لباس وغیرہ سب کچھ عیسائیوں کے طرز پر ہے، مخلوط تعلیم ہم نے شروع کر رکھی ہے، بے حیائی اور فحاشی کے حلقے ہمارے گھروں میں لگے ہوئے ہیں، قومی ودینی غیرت کا جنازہ ہم نے نکال رکھا ہے، ہندوؤں کے تہوار ہم نے اپنا رکھے ہیں، اقبال کہتا ہے ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو جن کو دیکھ کر شرمائیں یہود؟

گویا لادینیت، الحاد، سیکولرازم، لامذہبیت اور دین سے دُوری کی جتنی ممکنہ صورتیں ہیں، کفار نے وہ سب اختیار کر رکھی ہیں، اپنے ایجنٹ اسلامی ممالک میں بھیج کر ہمارے میڈیا پر اُن کو ''اسلامی سکالرز'' باور کرایا ہے۔ حالانکہ اُن کا مقصد اور واحد مقصد مسلمان قوم کو خدا، نبی اور قرآن سے کاٹنا اور دُور کرنا ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ والوں، نبی کے وارثوں اور قرآن کے حاملین سے قوم کو بدظن کریں۔ سو اِس کوشش میں دِن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ: یہ اسکالرز ''ناموس رسالت'' کے قانون کے غلط استعمال کا تو بہت واویلا مچاتے ہیں، لیکن بیسیوں دیگر قوانین کے غلط استعمال پر ان کی زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔ شرعی حدود کے نفاذ پر تو چیخ اٹھتے ہیں، لیکن ماوائے عدالت قتل اور دیگر انسانیت سوز مظالم پر ان کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں فتنوں سے حفاظت اور پناہ کی دعا مانگتے تھے وہیں یہ دعا بھی

مانگتے تھے کہ یا اللہ! جب تو کسی قوم کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر اٹھا لینا۔ گویا فتنوں سے حفاظت کے دو طریقے ہیں: ۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فتنے کے زمانہ سے پہلے اٹھا لے۔ ۲: فتنوں کے زمانے میں ہونے کے باوجود اللہ کریم اپنی رحمت سے فتنوں سے محفوظ فرما دے۔ ہم لوگ فتنوں کے زمانے میں موجود ہیں، اس لیے پہلی صورت تو ممکن نہیں، البتہ دوسری صورت ممکن ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور وہ اپنی رحمت کاملہ سے ہمیں فتنوں سے محفوظ فرما لے۔

خارجی وداخلی فتنوں، آپس کے خلفشار اور باہمی تنازعات سے حفاظت کے لیے ہمیں جو اقدامات اٹھانے چاہییں وہ یہ ہیں: ۱۔ اکابر پر مضبوط اعتماد، ۲: علماء، فقہاء اور اہل دین سے حسن ظن، ۳: کسی صاحب نسبت سے گہرا تعلق، ۴: رجوع الی اللہ کا اہتمام، ۵: اہل خیر وصلاح سے مشورہ، ۶: اعتدال پسندی، ۷: بلاتحقیق بات قبول کرنے یا پھیلانے سے احتراز، ۸: اکرام واحترام مسلم۔ ۹: باہمی اختلاف وانتشار یا اس کے اسباب سے کلی پرہیز۔

علماء ومصلحین کے لیے ایمان وتقویٰ، اخلاص وعمل، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، امت کی اصلاح کے لیے تڑپ، گروہ بندی اور افتراق سے پرہیز...... اور علمی فتنوں کی سرکوبی کے لیے ٹھوس علم دین، جدید علم کلام، جدید سائنس، معلومات عامہ، حسن تحریر، شگفتہ بیانی، سنجیدہ متوازن دماغ، پیہم کوشش اور صالح ومؤثر لٹریچر کا حصول نہایت ضروری ہے۔ واللہ الموفق

حواشی وحوالہ جات:

[۱]......فکرونظر ج:۲، ش:۳، ص:۱۵۳۔ بحوالہ تجدد پسندوں:۸۔ [۲]......مسند احمد، بحوالہ دورِ حاضر کے فتنے اور ان کا۔۔

[۳]......میزان، ص:۱۱، طبع ۲۰۱۴ء۔ [۴]......میزان:۲۵، ط:۲۰۱۴ء۔

[۵]......میزان، ص:۱۴......ص:۴۷، ط:۲۰۱۴ء۔ [۶]......میزان، ص:۱۴......ص:۵۹، ط:۲۰۱۴ء۔

[۷]......حیات عیسیٰ، میزان ، ص:۱۷۸......ظہورِ مہدی، میزان، ص:۱۷۸...... اقدامی جہاد، اشراق، اپریل ۲۰۱۱ء، ص:۲......حجیت حدیث: میزان، ص:۱۵......ڈاڑھی، مقامات، ص:۱۳۸......اجماع، اشراق، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص:۲......مرتد کی شرعی سزا، اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص:۶۴...... رجم کی حد، برہان، ص:۳۵......قرآت قرآن، اشراق، اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص:۶۱......مرد وعورت کی گواہی، برہان، ص: ۲۵ تا ۳۴......زکوٰۃ کا نصاب، اشراق، جون ۲۰۰۸ء، ص:۶۴......موسیقی و تصویر، اشراق، فروری ۲۰۰۸ء، ص۶۹......بیمہ، اشراق، جون ۲۰۱۰ء، ص:۲۔

[۸]......الشریعہ اشاعت خاص، جون ۲۰۱۱ء

☆......☆......☆......☆

ملا امین اللہ امین شہیدؒ

طالبان کی داستان

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کے تناظر میں ملا امین اللہ امین شہیدؒ کی کتاب ’’لشکرِ دجال کی راہ میں رکاوٹ‘‘ کے کچھ اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ ملا امین اللہ امین شہیدؒ امارت اسلامی افغانستان کے اہم راہنما تھے، تحریک طالبان کے ابتدائی دنوں میں ہی اس سے وابستہ ہوگئے اور سقوط تک مختلف اہم عہدوں پر فائز رہے، سقوطِ کابل کے بعد گرفتار ہو کر تین سال تک مختلف امریکی اذیت خانوں کے علاوہ گوانتا نامو جیل میں بھی قید رہے۔ رہائی کے بعد دوبارہ جہاد میں شریک ہوگئے اور کچھ عرصے بعد جامِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ رہائی سے شہادت کے درمیانی عرصے میں تصنیف کی گئی یہ کتاب تحریک طالبان کی مختصر تاریخ اور امریکیوں کی قید میں گذرے ایام کی یادداشتوں پر مبنی ہے۔[ادارہ]

طالبان سے پہلے کا افغانستان:

ا:...... پورے ملک کے حالات ایسے خراب تھے کہ مسلح گروپوں نے اپنے اپنے علاقے میں بدمعاشی پھیلائی ہوئی تھی، تمام راستوں پر پھاٹک اور مسلح لوگ ہوتے جو وحشی جانوروں سے بدتر تھے، عام لوگوں کی زندگی مشکل سے مشکل ہوتی جا رہی تھی، خوف کا یہ عالم تھا کہ دن کے تین چار بجے کے بعد کوئی شریف آدمی اپنے گھر سے نہیں نکل سکتا تھا، ہر پانچ کلو میٹر پر ایک پھاٹک ہوتا، ہر آنے جانے والے سے زبردستی روپے لیے جاتے اور اگر کسی کے پاس روپے نہ ہوتے تو اسے مار پیٹ کا نشانہ بنایا جاتا حتیٰ کہ اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا جاتا۔ بعض اوقات کسی شخص کو [گاڑی کے نیچے] زمین پر الٹا لٹا کر اس کی کمر پر جیک لگا دیا جاتا اور گاڑی کو اوپر اٹھا دیا جاتا، ان مظالم سے بچنے کے لیے مظلوم کسی نہ کسی سے قرض لے کر پیسے دیتے۔[ص۱۳]

۲:...... پورے ملک میں حالات ایسے خراب تھے کہ کوئی عورت گھر سے باہر نہیں نکل سکتی تھی، راستوں سے عورتوں کو اٹھا کر کمانڈر اپنے کیمپوں میں لے جاتے، کئی کئی دنوں تک اپنے پاس رکھتے، اور اس کی عزت تار تار کی جاتی، طالبان کے دورِ حکومت میں مزار شریف کی فتح کے بعد امر بالمعروف والوں نے ایک عورت کو فحاشی کے الزام میں پکڑا، جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ پر فحاشی کا الزام ہے تو اس نے جواب

دیا کہ اگر آپ حضرات نے مجھے گذشتہ چار سالوں کے جرم میں پکڑا ہے تو اس وقت میں اپنی پاک دامنی کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گی، کیونکہ گذشتہ چار سالوں میں ان تمام علاقوں میں جب کوئی عورت گھر سے باہر قدم رکھتی تو علاقے کے کمانڈر کا فوجی اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے انتظار میں ہوتا تھا۔اس عورت کے ساتھ تین سالہ بیٹا تھا، اس عورت نے قاضی کے سامنے اس بات کا اقرار کیا کہ یہ لڑکا میرے خاوند کا نہیں ہے، جب اس سے تفصیل پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں بہت بیمار تھی اور خاوند کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جا رہی تھی تو راستے میں پھاٹک والوں نے میرے خاوند کو مارا پیٹا اور مجھے گاڑی میں ڈال کر اپنے کیمپ میں لے گئے اور ایک سال تک اپنے پاس رکھا اور میرے ساتھ دن رات زیادتی کی گئی جس سے میرا یہ بیٹا پیدا ہوا، آپ اس شہر کے قاضی ہیں، کیا فتویٰ لگاتے ہو......؟ قاضی صاحب جو بہت بڑے عالم بھی تھے، اس عورت کی بات سن کر ان کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے......[ص۱۴]

۳:......مزار شریف میں ایک عورت دو کمانڈروں کی جنگ کا سبب بنی، صلح کرانے کے لیے صدرِ افغانستان برہان الدین ربانی خود گئے اور اور عورت سے پوچھا کہ تم کس کمانڈر کے ساتھ جانا پسند کرو گی؟ اس عورت نے ایک کو منتخب کیا تو وہ عورت اس کمانڈر کے حوالے کر دی گئی۔اس جنگ میں دونوں طرف سے چار فوجی ہلاک ہوئے۔عورت تو عورت، لڑکے بھی اپنے گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لڑکوں کے ساتھ شادیاں شروع ہو گئیں، دونوں طرف سے باقاعدہ رضامندی کے ساتھ نکاح ہوتے اور موسیقی کی محفلوں میں لڑکوں کے ساتھ جنسی زیادتی کی جاتی۔[ص۱۵]

۴:......جو چیز ظالموں کو اچھی لگتی زبردستی چھین لیتے لیکن ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔مزار میں ایک گروپ ''گلم جم'' کے نام سے منظر عام پر آیا، اس گروپ کی کاروائیاں یہ تھیں کہ جس گھر پر حملہ کرتا، مال و متاع لوٹ لیتا اور تمام گھر کے افراد کو قتل کر دیتا۔اس گروپ کا سربراہ میں نے خود مزار شریف میں دیکھا ہے، ہر ضلع میں اپنی ہی طرز کی وحشت تھی۔جلال آباد اور کابل کے درمیان حکمت یار کے دو بڑے کمانڈر قبضہ کیے ہوئے تھے، جن میں سے ایک زردادا اور دوسرا چمن تھا، سڑک پر ایک جگہ پھاٹک بنایا گیا تھا اور اس پر ایک آدمی کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ جو آدمی پھاٹک والوں کو کچھ نہیں دیتا تو یہ ڈیوٹی پر موجود بندہ کتے کی طرح اس کو کاٹتا اور منہ سے کتے کی آواز نکالتا اور اپنے دانتوں سے اس کا گوشت کاٹتا، اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن کا شمار ناممکن ہے۔جب مسلح گروہوں کا تصادم ہوتا تو کئی کئی دنوں تک قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہتا اور اس خانہ جنگی میں عوام اور بے قصور لوگوں کا بھی جانی و مالی نقصان ہوتا۔[ص۱۵]

۵:......ان تمام حالات کو دنیا خاموش تماشائی بنی دیکھ رہی تھی، اقوام متحدہ اور دوسرے انسانی حقوق کے علمبردار اس ظلم اور وحشت پر ٹس سے مس نہ ہوتے تھے، عورتوں کے حقوق کے ادارے اور ان کی

آزادی کے غم خوار دور سے بیٹھے مزے لے رہے تھے، انگریزوں کی دلی خواہش یہ تھی کہ یہ آگ اور زیادہ ہوجائے اور یہ لوگ ہمیں دعوت دیں کہ ہمارے ملک میں آکر ان حالات پر قابو پاؤ! ہمیں اس ملک کے وسائل لوٹنے کا موقع ملے اور پورے علاقے پر ہمارا پورا کنٹرول ہوجائے۔[ص ١٦]

طالبان کا طلوع:

اللہ تعالیٰ نے ان مظلوم مسلمانوں کی حالت پر رحم کیا جنہوں نے بیس سال تک روس کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے خون سے بجھایا اور قربانیاں دے کر اس وقت کی نام نہاد سپر پاور کو شکست دی، اور روس کے نکل جانے کے بعد آپس کی خانہ جنگی نے جن کو بے بس ولا چار کر دیا تھا، اب ظلم کا اندھیرا ختم ہونے لگا، فلک سے نئی سحر طلوع ہوئی اور اپنے ساتھ شریعت اور خلافت کا پیغام لائی، مسلمانان افغانستان کی دعائیں قبول ہوئیں اور انہیں مصائب وتکالیف کا ثمرہ ملا، اللہ کی رحمت کے دروازے کھلنے لگے......

ان حالات میں اللہ نے ایک ایسے شخص کو کھڑا کیا جو اس سے پہلے نہ تو کوئی کمانڈر تھا اور نہ ہی کوئی بڑا عالم، نہ اس کے پاس کوئی مال ودولت تھی اور نہ ہی وہ کوئی مشہور شخصیت تھی، بلکہ انتہائی سادہ مزاج اور عام سا مجاہد اور مدرسے کا طالب علم تھا، نہ کسی کے مشورے پر اٹھا اور نہ کسی نے اٹھایا، اور نہ ہی کسی نے تعاون کا وعدہ کیا، بلکہ حالات کو دیکھ کر اس کے ایمان اور ضمیر نے فیصلہ کیا کہ اب خاموش بیٹھنے کا وقت نہیں، اور ظلم کو دیکھ کر آنکھیں بند کرنے کا وقت گذر گیا، یہ شخص توکل علی اللہ پر کھڑا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانان عالم میں ''امیر المؤمنین'' کے نام سے مشہور ہوا۔[ص ١٦]

تحریک طالبان کی ابتداء کیسے ہوئی؟ (بارہ سو علماء کے مجمع سے امیر المؤمنینؒ کا خطاب):

میں نے ایک چھوٹا سا مدرسہ بنایا جس میں میرے ساتھ پندرہ بیس طلبہ تھے، میں بھی اس مدرسے میں پڑھ رہا تھا، ایک دن پڑھائی میں مصروف تھا کہ میرے ذہن میں ایک خیال آیا، میں نے اپنی کتاب بند کر دی، اس سے پہلے ایسا خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا، میں اٹھا اور ایک ساتھی کو ساتھ لیا، کیا یہ آیت ''**لا یکلف اللہ**'' میرے لیے کافی نہیں تھی......؟ جیسے ہی مجھے یہ خیال آیا، میرے پاس کچھ نہ تھا، نہ کوئی اسلحہ، نہ کوئی فوج، اور نہ ہی مال ودولت تھا، تو کیا میں اس وقت اپنے نفس کو غیر مکلّف سمجھتا......؟ لیکن میں نے محض توکل کیا اور اللہ سے سچا وعدہ کیا کہ میں ضرور یہ کام کروں گا، میں نے کتاب بند کی، ساتھی کو ساتھ لیا، سنگ سار ایک علاقے کا نام ہے، وہاں میں نے ایک آدمی جس کا نام سرور تھا اور اس کا تعلق قندھار کے علاقے تالقان سے تھا وہاں سے موٹر سائیکل ادھار لیا اور اپنے ساتھی کو ساتھ بٹھا کر زنگاوات گئے، زنگاوات سے آگے تالقان تک ہم پیدل چلتے رہے، راستے میں خاردار جھاڑیاں اور کانٹے دار شاخوں کی وجہ سے چلنے میں بہت تکلیف محسوس ہو رہی تھی، میں راستے میں ساتھی سے کہا کہ یہ رات یاد رکھنا، اس کا اجر ضرور ملے گا۔

صبح ہم نے اپنا کام شروع کیا، ایک مسجد میں گئے، وہاں پر سات طلبہ سبق پڑھ رہے تھے، ہم نے ان کو دائرے کی شکل میں بٹھایا اوران سے بات شروع کی کہ اللہ کا دین خفیہ طریقے سے چل رہا ہے اور فسق و غارت سڑکوں پر شروع ہے، آدمی کو پیسے کے لیے گاڑی سے اتار کر گولی ماردی جاتی ہے اور ڈر وخوف کی وجہ سے کوئی اسے دفناتا تک نہیں، ہمارے یہاں سبق پڑھنے سے یہ مسائل حل ہونے والے نہیں اور زندہ باد مردہ باد کے نعرے لگانے سے کچھ نہیں ہوتا، اگر آپ اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی یہ پڑھائی رہ جائے گی، مجھ سے کسی نے ایک روپیہ تک دینے کا وعدہ نہیں کیا ہے، گاؤں والے ہمیں روٹی دیں یا نہ دیں، ان کی مرضی، میرے پاس محض توکل کے علاوہ کچھ نہیں، اس کام کو ہفتے، مہینے یا سال نہیں، زندگی کے آخری لمحے تک کرنا ہے۔ اور تسلی بھی دی کہ دیکھو! فاسق فاجر لوگ اللہ کی دشمنی میں دن رات محاذوں پر بیٹھے ہیں اور انہیں کسی چیز کی پرواہ نہیں، کیا ہم اتنے کمزور اور بزدل ہیں کہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے دین کے پیروکار ہیں اور ان کا مقابلہ بھی نہیں کرسکتے......؟

سات طالبان میں سے کسی نے مجھے حوصلہ افزاء جواب نہیں دیا اور نہ ہی وہ فوراً اس کام کے لیے تیار ہوئے۔ اللہ شاہد ہے! سب نے کہا کہ جمعرات والے دن ہم فارغ ہوئے تو کوشش کریں گے۔ تو کیا میں ان سات طلبہ کو مقیس علیہ بنا کر باقی سب کو ان پر قیاس کرتا اور واپس لوٹ جاتا اور اپنی پڑھائی شروع کردیتا؟......کیا اس وقت یہ آیت (**لا یکلف اللہ**) میرے لیے کافی نہیں تھی......؟ لیکن میں نے اپنے آپ کو اس کا مکلّف بنایا اور میں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنے کے لیے دوسری مسجد میں گیا، اس مسجد میں بھی پانچ چھ طالب تھے، میں نے ان کو بھی وہی دعوت دی جو پہلے والے طلبہ کو دی تھی تو وہ سب تیار ہوگئے اور انہوں نے مکمل تعاون کا وعدہ کیا، اور اسی وقت کام کے لیے تیار ہوگئے، یہ بھی اسی امت کے لوگ تھے، کیا یہ مرد تھے اور باقی سب عورتیں؟...... یا یہ بڑے تھے اور باقی سب چھوٹے؟...... یا یہ کسی اور نسل کے لوگ تھے اور باقی کسی اور نسل کے؟......نہیں......! ان میں اور دوسرے لوگوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ میرے اللہ پر توکلِ محض کا نتیجہ یہ نکلا کہ شام تک پچپن (۵۵) طالبان تیار ہوگئے اور میں نے ان کو کہا کہ صبح آجانا، لیکن یہ سب اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسی رات ایک بجے سنگ سار پہنچ گئے، صبح کی نماز میں جب امام صاحب نے سلام پھیرا تو ایک آدمی نے امام صاحب سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے، میں نے دیکھا کہ ہمارے اس علاقے سنگ سار میں بہت سے فرشتے آئے اور ان کے ہاتھ بہت ہی نرم و نازک تھے، میں نے ان کو کہا کہ اپنا ہاتھ تبرکاً میرے سر پر پھیر دو! (اس واقعہ کے بیان کے وقت امیر المؤمنین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔)

یہی شب و روز تحریک کی ابتداء تھی، جب دن کے دس بج گئے تو ہم نے حاجی بشر سے دو گاڑیاں

لیں اور اور ہم سب ان میں بیٹھ کر کشکی (قندھار) کو چلے گئے، آہستہ آہستہ وہاں لوگ جمع ہوتے گئے اور اسلحہ بھی کافی مقدار میں جمع ہو گیا اور کام شروع کر دیا گیا، اللہ شاہد ہے کہ یہ تحریک کی ابتداء تھی اور یہاں تک پہنچنا محض توکل کا ثمرہ تھا......[ص ۱۷]

تمام علمائے کرام سے یہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس آیت (لا یکلف اللہ) کا مصداق بتائیں، میں علمائے کرام سے وہی عذر قبول کروں گا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول ہو، اس کے علاوہ میں کوئی عذر قبول نہیں کرتا، میں نے یہاں تک بات پہنچا دی، اور یاد رکھو کہ علمائے کرام کے بغیر یہ کام مکمل نہیں ہو سکتا اور اگر علمائے کرام نے غفلت سے کام لیا تو یہ کام ضرور خراب ہو جائے گا کیونکہ طالب کا کام محاذِ جنگ پر رہنا اور دشمن کا مقابلہ کرنا ہے، قانون کا نافذ کرنا صرف علمائے کرام کا کام ہے، اگر یہ کام خراب ہو گیا تو قیامت کے دن میں تمہارا گریبان پکڑوں گا اور ذمہ دار علمائے کرام ہوں گے۔[ص ۱۹]

پہلی جنگ:

سب سے پہلے طالبان قندھار سے سپین بولدک کی طرف چلے، راستے میں کہیں بھی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، راستے میں جگہ جگہ طالبان کے لیے بغیر جنگ کے راستے چھوڑ دیئے گئے، باقی طالبان سپین بولدک پہنچے جن کے ساتھ ملا نورالدین ترابی تھے اور امیر المؤمنین راستے میں طالبان کے ساتھ تھے، پاکستانی بارڈر کے قریب ایک بڑی مسجد میں طالبان جمع ہوئے، چمن اور کوئٹہ کے طلباء کو جب معلوم ہوا کہ طالبان کوئٹہ تک پہنچ گئے ہیں تو وہ بھی جمع ہونے لگے۔......فیصلہ ہوا کہ یہاں کے سب طلبہ جمع ہو کر طالبان کی مدد کے لیے جائیں گے، حافظ عبدالمظاہر صاحب نے دو گاڑیاں کرائے پر لیں، اور ہم تمام طلبہ و اساتذہ اسی جامع مسجد میں چلے گئے جس میں طالبان جمع ہو رہے تھے، اور ساتھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تعاون کر رہے تھے......اب الحمدللہ تمام طالبان مسلح ہو گئے، ابھی تک سپین بولدک میں پھاٹک والوں کا کنٹرول تھا، سب سے پہلے طالبان نے ان کے پاس علمائے کرام کا ایک وفد بھیجا اور انہیں آگاہ کیا کہ یہ پھاٹک ختم کر دیا جائے یہ غیر شرعی کام ہے، اور علاقہ چھوڑ دیا جائے۔ پھاٹک والوں کے ساتھ چند علمائے سوء بھی تھے جو انہیں پھاٹک کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے، ان بدبختوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ یہ ہمارا حق ہے۔ اس کے بعد طالبان نے قومی سرداروں اور مقامی عمائدین کو بھیجا تا کہ انہیں سمجھایا جائے، انہوں نے اس وفد کو بھی صاف جواب دے دیا، تین دن تک ان کو سمجھانے کی کوشش ہوتی رہی مگر وہ بالکل انکاری رہے اور انہوں نے بھی طالبان کے خلاف اتحاد بنانا شروع کر دیا۔ تیسرے دن تک جب ان لوگوں نے طالبان کی بات نہ مانی تو طالبان جن کی تعداد تقریباً چالیس تھی ایک بڑی گاڑی میں سوار ہوئے، سب مسلح تھے، گاڑی پر ایک بڑی ترپال ڈال دی گئی تا کہ مسلح لوگ باہر سے نظر نہ آئیں، مغرب کی طرف سے گاڑی پھاٹک کی طرف بڑھی،

دوسری طرف سے بھی طالبان اسی جانب بڑھنے لگے، جب گاڑی پھاٹک پر پہنچی تو پھاٹک پر تعینات لوگ یہ سمجھے کہ یہ بھی کوئی عام گاڑی ہے، پھاٹک کا یہ قانون تھا کہ ڈرائیور خود اتر کر ان کو پیسے دیتا تھا، اس دن بھی پھاٹک والے آرام سے بیٹھے رہے اور انتظار کرنے لگے کہ گاڑی والا نیچے اتر کر انہیں پیسے دے گا، اچانک گاڑی سے طالبان اترے اور انہوں نے پھاٹک والوں پر گنیں تان لیں، بعض نے مزاحمت کی اور آپس میں فائرنگ کا تبادلہ ہونے لگا میں خود اس وقت سپین بولدک سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھا، بیس پچیس منٹ بعد آوازیں آئیں کہ فائر نہیں کرو! فائر نہیں کرو! کام ختم ہو گیا۔ بیس پچیس منٹ میں مکمل ضلع فتح ہو گیا۔ طالبان کے ہاتھ بہت سا اسلحہ اور غنیمت لگا، کچھ مزاحمت کار مارے گئے اور کچھ کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ [ص۲۱]

افغانستان میں طالبان کا نفوذ اور مقبولیت:

یہ تحریک تمام کفر کے لیے چیلنج بن گئی، قتل و غارت، ڈاکہ زنی، راہ زنی، لواطت، زنا کاری، سب بند ہو گئے، حق دار کو حق ملنے لگا۔ چمن بارڈر سے لے کر دریائے آمو تک پورے ملک میں اسلامی قانون نافذ ہو گیا اور امارتِ اسلامی وجود میں آ گئی، افغانستان کے ہر صوبے میں قصاص و حدود کا نظام پھیلتا چلا گیا اور تمام مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے ایک مردِ مجاہد کا تحفہ مل گیا جس کا نام ملا محمد عمر مجاہد ہے۔ اس نظام اسلامی کی برکت سے اب مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان، سب کے چہروں پر اطمینان اور خوشی ظاہر ہونے لگی، جب طالبان کسی علاقے کو فتح کرتے تو لوگ ان کے استقبال کے لیے نکل آتے، خوشی سے سفید جھنڈے لہراتے، اور گاڑیوں پر پھول پھینکتے۔ یہ تحریک سورج کی روشنی کی طرح افغانستان کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ اس میں رہنے والے ایمان والوں کے جذبوں کی حرارت وائٹ ہاؤس تک پہنچ گئی اور امریکہ کے ایوانوں کو جلانے لگی اور افغانستان ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے مضبوط قلعہ بن گیا۔ [ص۲۰]......(طالبان کے ہاتھوں افغانستان کے تمام صوبوں کی فتوحات کی مکمل تفصیل کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے، طوالت کے خوف سے یہاں اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے)

بامیان کے بتوں کی تباہی و بربادی:

بامیان [کی فتح] میں تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ امیر المؤمنین نے سے حکم ہوا کہ بتوں کو توڑ دیا جائے، جب یہ خبر کافروں کو ہوئی تو تو پوری دنیا نے شور مچانا شروع کر دیا اور عالم کفر نے طالبان سے رابطے شروع کر دیئے، بعض ممالک کی طرف سے طالبان کو بڑی بڑی پیشکشیں کی گئیں کہ اگر طالبان بت توڑنے سے باز رہیں تو ان کی ہر طرح سے مالی معاونت کی جائے گی، اور جاپان کی طرف سے طالبان کو پیش کش کی گئی کہ اگر وہ بتوں کو نہ توڑیں تو جاپانی حکومت کی طرف سے افغانستان کی تمام سڑکیں پکی کی جائیں گی۔ اسی طرح ہندوستان کی طرف سے بھی بہت شور ہوا کہ اگر طالبان نے بتوں کو توڑا تو یہ ان کے لیے اچھا نہیں ہوگا

مگر امیر المؤمنین نے سب پیش کشیں مسترد کر دیں اور سب کو ایک ہی جواب دیا جو سلطان محمود غزنوی نے سومنات کو تباہ کرنے سے پہلے کفار کو دیا تھا کہ میں اپنے آپ کو تاریخ میں بت شکن کہلوانا چاہتا ہوں نہ کہ بت فروش۔اس کے بعد امیر المؤمنین نے کفر کے ان تمام نام نہاد خداؤں کو مٹانے کا حکم دے دیا،اس حکم کے بعد طالبان نے سات سو کلو انتہائی طاقت ور بارود اور کئی سو مائینوں کے ذریعے بتوں کو پاش پاش کر دیا،اس کے بعد امیر المؤمنین نے تمام صوبوں کے گورنروں کو حکم دیا کہ ہر صوبے میں کفارے کے طور پر دو دو گائیں ذبح کی جائیں کہ ہم نے بتوں کو توڑنے میں اتنی تاخیر کر دی، اللہ ہمیں معاف فرمائے، میں اس وقت سمنگان میں تھا تو ہم نے بھی امیر المؤمنین کے حکم پر دو گائے ذبح کر کے ضلع کے مسکین و غریب لوگوں میں تقسیم کر کے اس عظیم کارِ خیر میں حصہ لیا۔[ص ۵۸]

۱۱ستمبر کے بعد کے حالات اور امیر المؤمنین:

عالم کفر نے طالبان کو بھی آج کے نام نہاد مسلمانوں کی طرح سمجھا جو پیسوں کے لیے اپنا ایمان اور عزت تک بیچ دیتے ہیں اور امیر المؤمنین کو انہوں نے دوسرے نام نہاد مسلمان حکمرانوں کی طرح سمجھ کر آنکھیں دکھانا شروع کیں، بش اور بلیئر نے سوچا کہ ملا محمد عمر مجاہد بھی دوسرے منافق حکمرانوں کی طرح ان کے تلوے چاٹنے شروع کر دیں گے اور ان سے معافیاں مانگنے لگ جائیں گے، مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ اس کی ماں نے اس کا نام عمر رکھا ہے اور اس کے خون ریز معرکوں اور جسم پر لگنے والے زخموں نے اسے مجاہد کا لقب دیا ہے، اس اللہ کے شیر نے سینہ تان کر اور کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کا ہر مطالبہ ماننے سے صاف انکار کر دیا، جب دوسرے مسلمان حکمرانوں کو اشارہ کیا تو وہ سب وائٹ ہاؤس کے سامنے قطاروں میں کھڑے ہو گئے اور بے شرمی اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا مکمل تعاون کرنے لگے، جب امیر المؤمنین نے تمام دنیا کے مطالبے مسترد کر دیئے تو امریکہ نے اپنے حواریوں کو ساتھ ملا کر امارت اسلامی پر حملہ کر دیا، تمام عالم کے لوگ دانتوں میں انگلیاں دے کر امریکہ و اتحادیوں کی بمباری کو دیکھتے رہے، امریکی طیارے دن رات مسلمانوں پر بارود کی بارش کرتے رہے، دو ماہ کی اس بارودی بارش سے ڈیڑھ سو مسجدیں شہید کر دی گئیں، ہسپتالوں کو جان بوجھ کر نشانہ بنایا گیا، مدارس پر کروز گرائے گئے، اور تیس ہزار سے زیادہ معصوم لوگوں کو شہید کر دیا گیا، بستیوں کی بستیاں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں، امیر المؤمنین نے اجلاس بلایا جس میں سات سو علماء شامل ہوئے، سب نے فتویٰ دیا کہ امریکہ کے خلاف جہاد فرض ہو گیا ہے۔[ص ۶۰]

افغانستان پر امریکی حملے کے بعد امیر المؤمنین کے خطاب کے چند اقتباسات:

امابعد! السلام علی من اتبع الهدیٰ! ......**امریکہ اور اس کے چند مزدور افغانیو!......تمہاری**

طالبان کے بارے میں بڑی گھٹیا سوچ ہے، طالبان کی حکومت ظاہر شاہ کی حکومت نہیں جس کا بادشاہ خود روم چلا جائے اور جس کی فوج نے اپنے آپ کو دوسری حکومت کے حوالے کر دیا، یہ طالبان کی حکومت ہے جو منظم جہادی گروپوں پر مشتمل ہے، اگر ہم سے تمام سرکاری ادارے اور شہر چھن جائیں اور امریکہ اور اس کے دوست ان پر قبضہ کر لیں تو یہ گروپ پہاڑوں اور جنگلوں میں چلے جائیں گے، پھر تم لوگوں کا کیا حشر ہوگا؟ ...... یقیناً تمہارا حشر بھی روس کی طرح ہوگا، روس دور میں مجاہدین روسی فوجوں کا پیچھا کر رہے تھے، اب امریکیوں کا پیچھا کریں گے اور جہاں ان کو پائیں گے قتل کر دیں گے۔

اے امریکیو اور ان کے غلامو!...... اپنے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالو!......تمہارے اعمال کا نتیجہ بہت سخت ہوگا، تم جس جگہ بھی مجاہدین کے ہاتھ لگ گئے تمہیں قتل کر دیا جائے گا، اور یاد رکھو تمہیں افغانستان میں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔[ص۶۲]

اے امریکیو!......اس بات کو سمجھ لو کہ تم پر جو حملے ہو رہے ہیں یہ سب تمہارے کرتوتوں کا صلہ ہیں، یہ دہشت گرد کون ہیں اور یہ کیا چاہتے ہیں؟ تم نے کبھی ایسے آدمی کو دیکھا ہے جو بغیر کسی غرض کے اپنے آپ کو آگ میں دھکیل دے؟ تمہیں ان آگ میں جلنے والوں کی غرض کا پتہ لگانا چاہئے، تم صرف جھوٹ اور فریب سے کام لے رہے ہو۔ بس دہشت گرد دہشت گرد کی رٹ لگائی ہوئی ہے، یہ سب تمہارے برے اعمال کا نتیجہ ہے جو تم نے لوگوں کو نقصان پہنچایا ہے، یہ دہشت گرد پاگل نہیں ہیں، ایک پاگل ہوگا یا دو پاگل ہوں گے مگر سب مسلمان تو پاگل نہیں ہو سکتے، ساری دنیا تمہارے جھوٹ سے واقف ہے، ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے، اگر تم اپنے وسائل پر غرور کر رہے ہو تو تمہاری طاقت اور اسلحہ زیادہ سہی مگر میری بھی ایک بات سن لو! اسلحہ انسان کو مار سکتا ہے مگر موت سے بچا نہیں سکتا......! (یہ بات امیر المؤمنینؒ نے تین مرتبہ فرمائی) اگر اسلحہ انسان کو موت سے بچا سکتا ہے تو تمہارے پاس تو بہت اسلحہ ہے، ۱۱ ستمبر کو تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ اور یہ جان لو کہ اگر تم نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو یہ آگ تمہارے خاتمے تک جلتی رہے گی۔[ص۶۳]

اے امریکیو!......مسلمانوں کا پیچھا چھوڑ دو اور عرب ممالک سے نکل جاؤ اور ان کی حکومتیں ان کے حوالے کر دو اور مسلمانوں کے معاملات میں دخل اندازی مت کرو!......اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ کی قسم ساری زندگی پریشان رہو گے، پریشان رہو گے، پریشان رہو گے!......[ص۶۳]

اے افغانیو!......اب بھی موقع ہے کہ اللہ سے ڈر جاؤ!......امریکہ کے جھوٹے وعدوں اور فریب سے دھوکہ نہ کھاؤ!......اختیار اور کرسی دینے والی ذات اللہ کی ذات ہے، اس ذات کی قسم جس کی قدرت میں تمام اقتدار اور اختیار ہے، اگر تمام دنیا جمع ہو جائے تو تم سے ایک ذرہ بھی نہیں چھین سکتی، امریکہ تم لوگوں کا

دوست نہیں ہے، یہ تمام عالم اسلام کا دشمن ہے، یہ افغانستان کا دشمن ہے اور افغانیوں کا بھی دشمن ہے، یہ بے غیرت قوم ہے اور غیرت سے بالکل خالی ہے۔اے امریکیو!......تم آجاؤ!...... میں بھی دیکھتا ہوں تم کس طرح آتے ہو، اور جب تم آجاؤ گے تو اپنا انجام بھی دیکھو گے ان شاء اللہ!......[ص ۶۴]

تمام دنیا کے مسلمانوں کو ہم یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ افغانستان کے مسلمانوں کی مدد کریں اور ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہیں اور ان کے ساتھ کھڑے ہو جائیں، آج اگر یہ آگ یہاں لگی ہے تو کل تمہارے گھر میں بھی لگ سکتی ہے، اس آگ کو بڑھ کر اسی جگہ پر ختم کردو!......اور یاد رکھو کہ اب ان کی ہلاکت کا وقت قریب آگیا ہے ان شاء اللہ، ہمت سے کام لینا ہے اور اسلام پر غیرت دکھانی ہے۔[ص ۶۶]

اب ہر مسلمان قربانی کے لیے تیار ہو جائے، ان شاء اللہ فتح ہماری ہوگی یہ اللہ کا وعدہ ہے، **وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین**، اور تم ہی غالب رہوگے اگر تم مؤمن ہو۔اے افغانیو!......میں ذرا بھی ان لوگوں سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی مجھے کوئی خوف ہے، ہمارا اقتدار بھی خطرے میں ہے اور زندگی بھی، میں سب کچھ قربان کردوں گا مگر اسلام کے خلاف ان سے کوئی معاہدہ نہیں کروں گا۔مجھے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اگر میں ان بے دین لوگوں سے معاہدہ کرلوں تو میری حکومت، عزت، اور دنیاوی مال و دولت سب برقرار رہے گا جس طرح دوسرے مسلم ممالک کے حکمرانوں کا ہے، لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، میں سب کچھ چھوڑنے کے لیے تیار ہوں اس دین اسلام کے لیے، آپ لوگ بھی قربانی کے لیے تیار ہو جائیں! ان شاء اللہ میں اپنی زندگی میں مسلمانوں کے لیے ایسی چیز نہیں چھوڑوں گا جو ان کے لیے شرمندگی کا باعث ہو، میں اسلام کے جھنڈے کو نیچے نہیں ہونے دوں گا۔[ص ۶۶]

سقوطِ افغانستان:

(امریکیوں کی دو ماہ مسلسل شدید بمباری کے باعث) جنوبی افغانستان میں طالبان کا کنٹرول قندھار، ہلمند، ارزگان، زابل اور قلات میں رہ گیا، یہاں کی عوام طالبان کے ساتھ مکمل تعاون کرتی رہی اور طالبان کے شانہ بشانہ مل کر لڑتے رہے، حالانکہ ان علاقوں میں روزانہ دو دو سو فضائی حملے ہوتے تھے اور ان حملوں میں عام گھروں کو ہی نشانہ بنایا جاتا تھا کہ عوام طالبان کی مخالف ہو جائے، مگر ان لوگوں نے اپنی جان و مال اور بچوں کے ساتھ ساتھ گھروں تک کی قربانی دے کر بھی طالبان کا ساتھ نہ چھوڑا، اور اس بات پر آمادہ نہ ہوئے کہ طالبان کو اپنے علاقوں سے نکال دیں، دو ماہ تک آگ اور خون کا یہ کھیل جاری رہا تو امیر المؤمنین نے عام لوگوں کی ہلاکتوں کے پیش نظر تمام طالبان سے خطاب کیا اور سب سے شہادت پر بیعت لی، اور سب کو ہدایت کی کہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ جتنا ہو سکے امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے جہاد جاری رکھیں، اور فرمایا

کہ اب ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ حکومت چھوڑ کر جنگلوں کو اپنا ٹھکانہ بنائیں، تمام کمانڈروں نے وعدہ کیا کہ ہم آخری دم تک جہاد کریں گے اور اپنی طاقت سے بڑھ کر امریکہ کا مقابلہ کریں گے۔ اب امیر المؤمنین کی ہدایات کے مطابق طالبان نے تمام اسلحہ وگولہ بارود پہاڑوں میں منتقل کردیا اور نئی حکمت عملی پر عمل شروع کرنے لگے۔

میں اس وقت سپین بولدک میں تھا، مجھے بھی احکامات موصول ہوئے کہ اپنا اور ساتھیوں کا بندوبست کرلو اور یہ ضلع چھوڑ دو! یہ پوری رات ہم نے اسی ضلع میں گذاری اور صبح ہوتے ہی ریگستان کی طرف نکل گئے، یہ پورا دن ریگستان میں گذارا، رات تین بجے ہم نے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب کیا، میرے معزز ساتھیو!...... یہ اللہ کا امتحان ہے، حکومت آنے جانے والی چیز ہے، اس مشکل وقت کو اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھ کر برداشت کرنا ہے، اور یاد رکھنا کہ ہم نے حکومت چھوڑی ہے، جہاد نہیں چھوڑا، اور نہ ہی ہم نے کفر سے شکست مانی ہے، ہم نے صرف حالات کے مطابق اپنی حکمت عملی تبدیل کی ہے اور شہروں کو چھوڑ کر پہاڑوں کو اپنا محاذ بنایا ہے، اس کے بعد سب ساتھیوں نے امیر المؤمنین کی ہدایت کے مطابق شہادت پر بیعت کی، اس کے بعد ایک ساتھی اٹھا اور طالبان سے مخاطب ہو کر کہا کہ ساتھیو! اپنا اپنا اسلحہ اٹھالو اور منتشر ہو جاؤ! تمہارے دشمن کو یہ پتہ نہیں لگنا چاہئے کہ تم کون ہو، اور موقع ملتے ہی دشمن پر وار کرو!......اور جب تمہیں امارت کی طرف سے ہدایت ملے تو اس پر عمل کرنا!......طالبان نے ہر بات پر لبیک کہا اور اپنا اپنا اسلحہ اٹھا کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف چل پڑے......[ص۷۲]

(اس کے متصل بعد مصنف گرفتار ہو کر امریکہ کی قید میں پہنچ گئے، لہٰذا اس کے بعد سے کتاب کا موضوع ان کی تین سالہ قید و بند کی تفصیلی یادداشتیں ہیں............افغانستان میں اس کے بعد جو کچھ ہوا اور امیر المؤمنین کا فرمایا ہوا ایک ایک لفظ جس طرح حقیقت افروز ثابت ہوا یہ ساری دنیا اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، عیاں راچہ بیاں)

☆......☆......☆......☆

وفیات

تحریک خدام اہل سنت کے مخلص کارکن حضرت مولانا محمد خان صاحب رحمہ اللہ [گکھڑ]

تلمیذِ حضرت مدنیؒ حضرت مولانا قاضی عبدالکریم رحمہ اللہ کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان

قارئین سے مرحوم کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ

طالبان اور اُن کی اِسلامی حکومت

''کل کے اخبار میں یہ پڑھ کر تھوڑی سی خوشی ہوئی ہے کہ تاجروں نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ کی جائے کیونکہ اسلامی نظام میں ٹیکس کا کوئی وجود نہیں ہے، یہ اب پشاور میں تاجروں کی پریس کانفرنس ہو رہی ہے، خدا کرے جو تاجر سوئے ہوئے ہیں وہ بھی جاگ جائیں اور جیسے افغانستان میں طالبان حکومت میں اسلامی قانون نافذ ہے اور کوئی ٹیکس ویکس نہیں ہے، حالانکہ تمام ممالک سے غریب ملک افغانستان ہے لیکن وہ کسی ملک کا مقروض نہیں ہے، کیونکہ ٹیکس نہ لیتے ہیں اور نہ دیتے ہیں، بھوکے مر رہے ہیں لیکن کسی ملک کا ان پر قرضہ نہیں ہے، اور ہمیں امریکہ خبیث نے قرضوں کے بوجھ کے نیچے دبایا ہوا ہے تاکہ یہ میرے شکنجے سے نہ نکل سکیں، یہ ظالمانہ ٹیکس شریعت کے خلاف ہیں، اللہ کرے کہ تاجر اس بات پر ڈٹے رہیں کہ اس ملک میں شریعت نافذ ہو''۔[ذخیرۃ الجنان،۱۲/۱۴۴]

''اسلام امن والا مذہب ہے مگر نافذ تو ہو! اس وقت پوری دنیا کے مقابلے میں افغانستان میں کم جرائم ہیں، یہاں طالبان کی حکومت ہے اور قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کا قانون نافذ ہے، اور مغربی دنیا کے سب سے بڑے بے ایمان ہاتھ دھو کے ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اسلامی حکومت کو ختم کرنے کے لیے حیلہ تلاش کرتے ہیں، کبھی اسامہ بن لادن کا نام لے کر، کبھی کوئی اور نام لے کر آنے کی راہ تلاش کر رہے ہیں۔ دیکھو! روس اور امریکہ آپس میں سخت دشمن ہیں مگر اس مسئلہ پر آپس میں دوست بن گئے ہیں، محض اس لیے کہ افغانستان پر حملہ کے لیے ہمیں کوئی جواز مل جائے، بڑی خبیث قومیں ہیں۔''[۱۲/۱۰۸]

''اور یہ بات بھی احادیث سے ثابت ہے کہ جب مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا تو اس وقت افغانستان میں مسلمانوں کی کافی قوت ہوگی، یہ طالبان کی قوت اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیش خیمہ بنائی ہے اور یہاں سے لوگ ان کی امداد اور اعانت کے لیے جائیں گے''۔[ذخیرۃ:۱۲/۱۷۴]

''اس خلافت کا کچھ نمونہ صرف افغانستان کے اس علاقے میں ہے جو طالبان کے پاس ہے، مکمل خلافت تو ہم نہیں کہہ سکتے جیسے خلفائے راشدین کے دور میں تھی، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے دور میں تھی، وہ تو ان کی خصوصیت تھی، خلافت راشدہ کی نقل اور اس کا نمونہ ضرور ہے، قرآن کے احکام، حدیث وفقہ کے احکام نافذ ہیں''۔[ذخیرۃ:۱۲/۴۳۴]

''اس وقت اگر اسلام کے مطابق فیصلے ہو رہے ہیں تو وہ صرف طالبان حکومت میں ہو رہے ہیں، سعودیہ میں بھی بعض اسلامی قوانین نافذ ہیں مگر مکمل اسلامی قانون وہاں بھی نافذ نہیں ہے، اور حق کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔'' [ذخیرۃ:۱۶۹/۵]

''یعنی وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، نہ کسی باطل پرست کی طعن و تشنیع ان پر اثر انداز ہوتی ہے، جس طرح آج کل مجاہدین باطل کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جب روس کے خلاف لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے کیونکہ اس میں امریکہ کے مقاصد شامل تھے۔ اب روس ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے تو اب وہ مجاہد دہشت گرد بن گئے ہیں، ان شاء اللہ رب تعالیٰ امریکہ کے بھی ضرور ٹکڑے کرے گا جو حکومت پاکستان کو کہہ کر مجاہدین پر ظلم کر رہا ہے اور ان پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ میں ایمان کی روشنی میں کہتا ہوں کہ مجاہدین پر نہ حکومت پابندی لگا سکتی ہے نہ امریکہ لگا سکتا ہے۔ ان کی پابندیوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا، وہ جہاد کرتے رہیں گے، وہ کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، چاہے امریکہ ہو یا اس کے پٹھو ہوں۔'' [ذخیرۃ:۱۹۵/۵]

''یہی چال آج کل افغانستان میں چل رہے ہیں اور طالبان کو کہتے ہیں کہ وسیع البنیاد حکومت تشکیل دو، کہ تمام فریقوں کو حکومت میں شامل کرو! یعنی طالبان نے جن مرتدوں کو نکالا ہے ان کو واپس بلا کر شریک اقتدار کریں! لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم! ان شاء اللہ تعالیٰ وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ جید اور سمجھدار علمائے کرام ان میں موجود ہیں، اگر بالفرض انہوں نے ایسا کیا تو اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماریں گے کہ جس گند کو انہوں نے باہر پھینکا ہے پھر اس کو شامل کر لیا، اور اس وقت اقوام متحدہ جو بین الاقوامی خبیث اور غنڈہ ہے، وہ ان کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہے کہ مشترکہ حکومت تشکیل دو تا کہ حق و باطل کا ملغوبہ بن جائے اور جو خالص اسلام نافذ ہے وہ نہ رہے، اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ دنیا میں ہمیشہ حق کا راستہ روکنے کے لیے عجیب و غریب ہتھکنڈے استعمال ہوتے رہے ہیں۔'' [ذخیرۃ:۲۳۸/۶]

''اور یاد رکھنا کہ بدمعاشیاں، خرابیاں، گناہ نرے وعظوں سے ختم نہیں ہوتے، ان کے ختم کرنے کے لیے قوت بھی چاہئے، جیسے طالبان کو رب تعالیٰ نے عطاء فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کرے وہ قوت ہمیں بھی پاکستان میں حاصل ہو جائے، محض وعظ تو ساٹھ سالوں سے میں بھی کر رہا ہوں، لیکن معاشرے نے اس کا کتنا اثر لیا ہے؟ کتنے عامل بنے ہیں؟ وہاں جا کر دیکھو! ان کو شکلیں اور صورتیں اسلام کے مطابق ہیں اور تم بھی وہاں داڑھی کے بغیر جا کر دیکھو! تمہارا کیا حشر ہوتا ہے، پہلے قدم پر ہی تمہیں گرفتار کر لیں گے، لیکن تم ہو کہ ایک کان سے سنتے ہو اور دوسرے سے نکال دیتے ہو، حق کے نفاذ کے لیے قوت بھی چاہئے''۔ [۳۵۶/۹]

مولانا حافظ عبد الجبار سلفی

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کی خدمت میں!

......قسط نمبر ۵......

جوابی مکتوب از: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام مجدہم

گرامی قدر مکرم جناب ماسٹر منظور حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ملا، آپ نے مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کی کتاب '' خلافت وملوکیت کی تاریخی اور شرعی حیثیت'' سے متعدد عبارتیں نقل فرمائی ہیں جن میں حضرت علیؓ کی پالیسیوں پر تنقید کی گئی ہے اور اس کے ساتھ احقر کے تبصرے کا حوالہ دیتے ہوئے تعجب کا اظہار فرمایا ہے کہ ان عبارتوں کے باوجود اس کتاب کی تعریف کیسے کی گئی؟ آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر احقر کو بھی تشویش ہوئی اور خیال ہوا کہ اگر تبصرے میں اس لحاظ سے نقص رہ گیا ہے تو اس کے بارے میں اب کوئی وضاحتی تحریر لکھوں۔ لیکن جب میں نے اپنے لکھے تبصرے کی مراجعت کی تو محسوس ہوا کہ احقر نے کتاب کی مکمل تائید نہیں کی بلکہ اس کے متعدد پہلوؤں سے اختلاف بھی کیا ہے۔ جن میں وہ پہلو بھی داخل ہے جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے، چنانچہ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ کے البلاغ میں صفحہ ۲۰۹ اور ۲۱۰ پر جو فقرہ ان الفاظ کے ساتھ شروع ہوا کہ:

''البتہ کتاب میں تین باتیں خاص طور پر کھٹکتی ہیں''

اس میں سب سے پہلے نمبر پر یہی بات کی گئی ہے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں مصنف کا انداز بیان درست نہیں ہے۔ نیز احقر نے آخر میں بھی کہا ہے کہ ''اگر فاضل مصنف ان تین باتوں پر نظر ثانی فرمالیں تو موضوع کی دوسری کتابوں سے زیادہ جامع، مفصل اور فائدہ بخش ہوگی''

بہر حال! تبصرہ کا مجموعی رخ یہ ہے کہ اگر چہ حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کے دفاع کے سلسلے میں کتاب قابل قدر ہے لیکن دوسرے فریق کے بارے میں اعتدال سے خارج ہے۔ اور جب تک یہ اعتدال پیدا نہ ہو اس کو مسلک اہل سنت کی نمائندہ دستاویز نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ تبصرے کے اس مجموعی تاثر میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ تاہم آپ نے جس اخلاص کے ساتھ احقر کو توجہ دلائی اس پر میں

آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام: (حضرت مولانا) محمد تقی عثمانی (مدظلہم) بقلم محمد عبداللہ میمن۔

☆☆☆☆

ماسٹر منظور حسین صاحب کا دوسرا خط:

مکرمی ومحترمی جناب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ بندہ نے مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت'' سے بعض عبارات نقل کر کے آنجناب کی خدمت میں پیش کی تھیں جن میں حضرت علیؓ کی پالیسیوں پر تنقید کی گئی تھی۔ اور ساتھ ہی مذکورہ کتاب پر آنجناب کے تبصرے کا حوالہ دیتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا تھا کہ ان عبارتوں کے باوجود اس کتاب کی تعریف کیسے کی گئی؟

اس پر جناب نے واپسی گرامی نامہ میں ارشاد فرمایا کہ:

''میں نے کتاب کی مکمل تائید نہیں کی تھی بلکہ اس کے متعدد پہلوؤں سے اختلاف بھی کیا جن میں وہ پہلو بھی داخل ہے جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ کے البلاغ میں ص ۲۰۹، ص ۲۱۰ پر جو فقرہ ان الفاظ کے ساتھ شروع ہوا کہ ''البتہ کتاب میں تین باتیں خاص طور پر کھٹکتی ہیں'' اس میں سب سے پہلے نمبر پر یہی بات کہی گئی ہے کہ ''حضرت علیؓ کے بارے میں مصنف کا انداز بیاں درست نہیں ہے'' نیز احقر نے آخر میں یہ بھی کہا ہے کہ ''اگر فاضل مولف ان تین باتوں پر نظر ثانی فرمالیں تو موضوع کی دوسری کتابوں سے زیادہ جامع، مفصل اور فائدہ بخش ہوگی''۔ بہرحال تبصرہ کا مجموعی رخ یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کے دفاع کے سلسلے میں کتاب قابل قدر ہے لیکن دوسرے فریق کے بارے میں اعتدال سے خارج ہے اور جب تک یہ اعتدال پیدا نہ ہو اس کو مسلک اہل سنت کی نمائندہ دستاویز نہیں کہا جا سکتا۔''

آنجناب کی مذکورہ بالا وضاحت پر آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر احقر کی درخواست کو شرف قبولیت بخش کر بدگمانی اور ذہنی کوفت سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر جناب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین۔

بندہ کے پیش نظر مذکورہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن تھا جس میں انہوں نے آپ کے تبصرہ سے حضرت علیؓ کے

بارے میں عبارت کو چھوڑ دیا ہے اور باقی تبصرہ کو نقل کر دیا ہے جس سے احقر کو غلط فہمی ہوئی۔اس تبصرے کی فوٹو کاپی حاضر خدمت ہے' ملاحظہ فرمائیں اور مؤلف کی دیانتداری کی داد دیں کہ انہوں نے قارئین کرام کو کس صفائی سے دھوکہ دیا ہے۔نہ معلوم میری طرح کتنے حضرات آپ کے تبصرہ کو مکمل سمجھ کر یا تو جناب سے بدگمان ہو گئے ہوں گے یا پھر اس کتاب کو مسلک اہل سنت کی نمائندہ دستاویز سمجھ کر اس کو عقیدۃً قبول کر لیا ہو گا۔واللہ اعلم۔

اگر مناسب سمجھیں تو ان حالات کے پیش نظر حضرت علیؓ کی موعودہ خلافت راشدہ اور مسلک حقہ اہل السنّت والجماعت کے تحفظ کے لئے آنجناب کے قلم حقیقت رقم سے ماہنامہ البلاغ کی قریبی اشاعت میں اس امر کی وضاحت نہایت ضروری ہے، اس خواہش کا اظہار وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہم خلیفہ مجاز حضرتِ مدنی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا، جبکہ احقر نے آنجناب کا وضاحتی خط ان کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔

بصورتِ دیگر اگر ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ کے البلاغ کے ص ۲۰۹ اور ۲۱۰ کی فوٹو کاپی ارسال فرمادیں تو ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور میں اس وضاحت کو شائع کر دیا جائے گا۔جیسے جناب کی صوابدید ہو۔

والسلام محتاج دعا، خادم اہل سنت ماسٹر منظور حسین ساہی وال سرگودھا

۱۵ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ، بمطابق ۴ اگست ۱۹۹۳ء

☆☆☆☆

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام مجدہم کا جواب

گرامی قدر مکرم جناب ماسٹر منظور حسین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا اور اس سے اندازہ ہوا کہ واقعتاً ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت'' کے مصنف یا ناشر نے احقر کے تبصرہ کا صرف ایک حصہ شائع کیا ہے جو کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا، اور اس سے کتاب کے بارے میں احقر کی صحیح رائے ظاہر نہیں ہوتی۔لہٰذا میں نے مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کو ایک خط بھیج دیا ہے جس کی فوٹو کاپی آپ کو بھی ارسال ہے۔اس تنبیہ پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

والسلام: (حضرت مولانا) محمد تقی عثمانی (مدظلہم) بقلم: محمد عبداللہ میمن

☆☆☆☆

مکتوب مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ بنام مولانا صلاح الدین یوسف

گرامی قدر مکرم جناب مولانا صلاح الدین یوسف صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، آپ کی کتاب ''خلافت وملوکیت کی تاریخی اور شرعی حیثیت'' پر احقر نے البلاغ کے ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ کے شمارے میں مفصل تبصرہ کیا تھا جس میں کتاب کے جو پہلو احقر کی نظر میں قابل تعریف تھے ان کا بھی تذکرہ تھا اور جو باتیں مطالعے کے دوران احقر کو کھٹکی تھیں ان کا بھی ذکر تھا۔ اب ایک صاحب نے کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے صفحہ نمبر ۲۶ اور ۲۷ کی فوٹو کاپی احقر کے پاس بھیجی، اس میں احقر کے تبصرے کا صرف وہ حصہ نقل کیا گیا ہے جو کتاب کے بارے میں تعریفی کلمات پر مشتمل ہے لیکن جس حصے میں کچھ تنقید تھی وہ حذف کر دیا گیا۔ درحقیقت کتاب کے بارے میں احقر کی رائے اس دوسرے پہلو کو ذکر کئے بغیر نامکمل اور مغالطہ انگیز ہے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ آئندہ یا تو احقر کا پورا تبصرہ نقل کیا جائے یا احقر کے تبصرے کو شامل نہ کیا جائے کیونکہ بحالات موجودہ جتنا حصہ شائع کیا گیا ہے وہ احقر کی حقیقی رائے کی نمائندہ نہیں کرتا۔ آپ کی علمی دیانت سے احقر کو امید یہ ہے کہ آپ نے دانستہ خود ایسا نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ شاید ناشر نے تبصرہ کا مفید ومطلب حصہ لے کر باقی کو غیر ضروری سمجھا اور چھوڑ دیا۔ لیکن احقر کی نظر میں وہ بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا شائع شدہ حصہ۔ لہٰذا آپ سے قوی امید ہے کہ احقر کا یہ خط ''الاعتصام'' میں شائع فرمادیں تا کہ حقیقت حال واضح ہو۔

والسلام: (حضرت مولانا) محمد تقی عثمانی (مدظلہم) بقلم: محمد عبداللہ میمن

قارئین کرام! مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام مجدہم کا یہ خط محترم مولانا صلاح الدین یوسف صاحب نے ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں شائع کر دیا تھا یا نہیں؟ ہم نے ''الاعتصام'' کی اس وقت کی جو فائلیں دیکھی ہیں ہمیں نہیں ملا۔ اگر واقعتاً یہ خط شائع نہیں کیا گیا، جبکہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے اس کی خواہش بھی ظاہر فرمائی تھی تو یہ بہت بڑی بددیانتی اور فکری کجی ہے؛ اور اگر ہمارے علم میں وہ شمارہ نہیں آسکا جس میں یہ خط شائع کر دیا گیا تھا تو براہ کرم ہمیں آگاہ کیا جائے تا کہ ہم اپنی لاعلمی کا اعتراف کر کے محترم مولانا صلاح الدین یوسف صاحب سے معذرت کریں۔ ہم نے اپنے مقالہ کی ابتداء میں ''خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت'' پر چونکہ مختصر سی بحث کی تھی، اس کا اتمام کرنے کے لئے مذکورہ خط وکتابت کا پیش کرنا ضروری تھا۔ اب ہم اختصار کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں اور مولانا صاحب کے اٹھائے ہوئے ایک دو مزید اعتراضات کا جواب پیش کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

☆......☆......☆......☆

احسن خدامی قسط ۱۱

مشاہدات بجواب شواہدات

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اور ارباب الشریعہ:

بندہ کے جدِ مکرم، آبروئے علمائے دیوبند، امامِ اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اس دور میں اہل حق کے قافلہ سالار تھے، آپؒ نے ساری زندگی اہل السنۃ والجماعۃ اکابر علمائے دیوبند کے نظریات کے تحفظ میں گذاری، احقاق حق اور ابطالِ باطل آپؒ کا اوڑھنا بچھونا تھا، آپؒ ہر باطل کے لیے ننگی تلوار تھے اور بلا خوف لومۃ لائم اسلامی عقائد پر حملہ آور ہونے والے ہر فتنے کا سر کچل دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے، کوئی چھوٹا یا بڑا فتنہ اپنوں یا پرایوں سے ظاہر ہوتا تو آپ اس کی سرکوبی کے لیے متفکر اور متحرک ہو جاتے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ حضرت رحمہ اللہ نے ساری زندگی عقائد کے تحفظ کے لیے جتنی محنت کی، ''الشریعۃ'' والے اس سے زیادہ محنت انہی عقائد کو بازیچۂ اطفال بنانے کے لیے کر رہے ہیں، اور اس سے بڑی ستم ظریفی یہ کہ اپنے اس مخترعہ طرزِ عمل کا انتساب بھی حضرتؒ کی طرف کرنے کی جسارت کر رہے ہیں، ؎ ''زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن'' کا منظر ہے اور افسوس کہ کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون......!

''الشریعۃ'' والوں کا اپنی پالیسی اور حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ سے متعلق دعویٰ یہ ہے کہ

[۱]......ان لوگوں کا طرزِ عمل اور طرزِ فکر حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں بھی یہی تھا جو اب ہے۔

[۲]......حضرت رحمہ اللہ کو بھی اس کا علم تھا۔

[۳]......اور حضرت رحمہ اللہ اس پر راضی اور خوش تھے، اور انہوں نے کبھی ''الشریعۃ'' والوں کو اس طرزِ عمل سے نہیں روکا۔

یوں تو اس موضوع پر بہت سی باتیں کہنے کی ہیں جو ایک الگ مضمون کا تقاضا کرتی ہیں، مگر سرِ دست اتنا کہنا ضروری ہے کہ ''الشریعۃ'' والوں کا مندرجہ بالا دعویٰ درحقیقت حضرت رحمہ اللہ کو منافق ثابت کرنے کا دعویٰ ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کے متعلقین میں سے ہر خاص و عام جانتا ہے کہ حضرتؒ عقائد کے معاملہ میں کس قدر سخت اور متصلب تھے، اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات سے ایک بال برابر انحراف بھی آپ کے نزدیک ناقابل جرم تھا، آپ کسی مودودی، کسی غامدی، کسی مماتی یا غیر مقلد کو نہ اپنے مدرسے میں مدرس رکھتے تھے اور نہ اپنی مسجد میں امام رکھنے کے روادار تھے، آپؒ نے صرف مسئلہ حیات النبی میں اہل السنۃ

والجماعۃ کے مسلک سے انحراف کی بناء پر جمیعۃ اشاعت التوحیدوالوں سے علیحدگی اختیار کرلی تھی اوراس کے بعد آپ نہ ان کے سٹیج پر جاتے تھے اور نہ ہی ان کو اپنے سٹیج پر بلانے کی کوئی ضرورت محسوس کرتے تھے، آپ نے اپنے بیعت والے کارڈ پر بھی یہ لکھوادیا تھا کہ ''جو شخص عقیدہ حیات النبی کا قائل نہیں، اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔'' آپ کو جب ایک صاحب کے بارے میں شبہ ہوا کہ وہ مماتی ہیں، حالانکہ وہ اس سے انکاری تھے، تو آپ نے فرمایا کہ یہ صاحب اگر عقیدہ حیات النبی کا تحریری اقرار لکھ کردے گا تو ان کے جلسے میں جاؤں گا، ورنہ نہیں جاؤں گا، اوران صاحب کے انکار کے بعد آپ اُن کے شہر میں موجود ہونے کے باوجود اور اُن کے جلسے کے اشتہار چھپ جانے کے باوجود اُن کے جلسے میں نہیں گئے۔ آپ عامی شخص کے لیے دیگر مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ ناجائز قرار دیتے تھے اوراپنی اولاد پر بھی اس سلسلے میں سختی فرماتے تھے۔ اہل باطل کے اعتراضات ومضامین کی اشاعت کرکے ان کی تردید کی بجائے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلینے کا طرزِعمل نہ کبھی ان کا رہا اور نہ کبھی انہوں نے اس کو گوارہ کیا، وہ مودودیوں، مماتیوں، اوراہل سنت سے منحرف گروہوں کو مجتہد قراردے کراجتہاد وتحقیق کے نام پرالحاد وتشکیک کا حق نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں گمراہ اور ضال ومضل سمجھتے اور عوام کوان کی گمراہی سے بچانے کے لیے تگ ودو کرتے تھے۔ اب اگر ''الشریعہ'' والے حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جیسی باتیں مماتی، مودودی، غیر مقلد کرتے ہیں، ویسی ہی ہم بھی کرتے تھے، حضرت کو سب معلوم بھی تھا، مگر حضرتؒ نے نہ صرف ہمیں منع نہیں کیا بلکہ اپنی جانشینی کے لیے بھی ہمیں منتخب فرمایا، تو یہ دعویٰ نہ صرف غلط ہے، بلکہ یہ دعویٰ اس بات کا دعویٰ ہے کہ حضرتؒ کے اپنے قول وفعل میں تضاد تھا، ان کے لینے اور دینے کے پیمانے الگ تھے، اور وہ جس جرم پر دوسرے لوگوں کے خلاف مضامین لکھتے، مناظرے کرتے تھے، وہی جرم اپنی اولاد سے صادر ہونے پر نہ صرف خاموش رہتے بلکہ تائید بھی کرتے تھے۔ وہ دوسرے لوگوں کو تو علمائے دیوبند کے مسلک کا پابند رہنے کا حکم دیتے تھے لیکن اپنی اولاد کو سب کچھ کہنے اور سب کچھ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ کیا یہی حقیقت ہے......؟ کیا واقعتاً معاملہ ایسا ہی تھا......؟ حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ ادنیٰ مناسبت اور تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص پوری قوت کے ساتھ اس کا جواب ''نہیں'' میں دے گا۔ پھر حقیقت کیا ہے؟ نہایت اختصار کے ساتھ دو باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی زندگی میں ان حضرات کا طرزِعمل یہ بالکل نہیں تھا جو اَب ہے، اُس وقت اِن لوگوں کا منشور یہ تھا کہ ہم اسلام پر اہل باطل کے اعتراضات شائع کرکے اُن کی تردید کیا کریں گے، اِس بات کو حضرتؒ نے کچھ تحفظات کے ساتھ اِس شرط پر گوارا کیا کہ اہل باطل کے ہر اعتراض کا قوی جواب بھی ساتھ ہی لازماً دینا چاہیۓ، چنانچہ اگر کسی شمارے میں اہل باطل کا کوئی مضمون تھا، اور اُس کا جواب تو تھا، مگر مضبوط نہیں تھا، تو حضرتؒ نے اس پر تنبیہ فرمائی، اسی طرح خود ان حضرات نے، مثلاً جناب

عمار خان ناصر نے اکابر علمائے دیوبند کے مسلک سے ہٹ کر کوئی بات لکھی تو حضرتؒ نے سختی سے نوٹس لیا اور اس کی تردید کا حکم فرمایا۔ حضرت رحمہ اللہ کی صحت کے زمانے میں تقریباً کام اسی طرح طرح چلتا رہا، حضرت رحمہ اللہ کی علالت شدیدہ کے بعد ان حضرات نے اپنے ''آزاد فورم'' کو یہ رخ دیا کہ ہر کس و ناکس کے رطب و یابس کو شائع کرنا شروع کر دیا اور جواب دینا تو دور کی بات، اس کی تغلیط کو بھی اپنے اوپر ضروری نہ سمجھا، لہٰذا اب ''الشریعہ'' اپنے منشور سے ہٹ کر اسلام پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دینے کے بجائے ان اعتراضات ہی کی تبلیغ و اشاعت کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ حضرت رحمہ اللہ کے زمانے میں نہ ایسا تھا اور نہ حضرت نے کبھی اس کی تائید فرمائی۔

حضرت امام اہل سنت کی جانشینی کا دعویٰ اور حقیقت حال۔۔!

دوسری بات یہ کہ ان حضرات کے طرزِ عمل کے درست ہونے یا نہ ہونے، اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علم میں ہونے یا نہ ہونے سے قطع نظر، کیا حضرت دادا جان رحمہ اللہ نے عم محترم کو اپنا جانشین بنایا تھا؟ جناب عمار خان صاحب تو بار بار یہ دعویٰ دہراتے ہیں اور حضرت مفتی تقی صاحب مدظلہ کے نام خط میں لکھتے ہیں:

[۱]......''اگر والدِ گرامی کو حضرت کی طرف سے جانشین مقرر نہ کیا گیا ہوتا تو ان کا پہلے سے چلا آنے والا طرزِ عمل کسی کڑی ''نگرانی'' بلکہ شاید توجہ کی زد میں بھی نہ آتا، لیکن اپنی مخصوص فکری ترجیحات کے ساتھ ان کو اپنی جانشینی کے منصب پر فائز کرنے کے فیصلے نے ایک مستقل سوال کو جنم دے دیا ہے۔''

[۲]......''خود حضرت رحمہ اللہ نے تو اس نکتے کو خاص اہمیت نہیں دی کہ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ایک طبقہ ان کے جانشین کے طور پر ایسی شخصیت کو دیکھنا پسند کرے گا......'' الخ

[۳]......''لیکن والد گرامی جیسے وسیع تر علمی و فکری دائرے سے دلچسپی رکھنے والے شخص کا ان کا جانشین قرار پانا بہر حال ایک مخصوص حلقے کی مسلکی ترجیحات سے متصادم محسوس ہوتا ہے۔''

[۴]......''حضرت شیخ الحدیث کی زندگی میں والد گرامی کے اس طرزِ فکر و عمل کو ان کے ذاتی اور انفرادی طرزِ فکر کے طور پر دیکھا جاتا تھا اور بہت سے حضرات اس حوالے سے تحفظات رکھنے کے باوجود اس کو زیادہ اہم نہ سمجھتے ہوئے بآسانی نظر انداز کر دیتے تھے، لیکن حضرت کے جانشین کی حیثیت سے اس طرزِ فکر کا تسلسل اس حلقے کی مخصوص ذہنی ترجیحات کے لحاظ سے قابلِ قبول نہیں ہے۔''

ان سطور میں جناب عمار خان ناصر صاحب نے بار بار اس دعوے کو دہرایا ہے کہ امام اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، جبکہ ہمارے علم کی حد تک یہ بات درست نہیں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے کسی کو اپنا جانشین بنانے کا اعلان نہیں کیا، انہوں نے گکھڑ کی اپنی مسجد میں اپنی جگہ عم محترم مولانا حماد الزہراوی کو مقرر کیا تھا، نصرۃ العلوم

میں ان کی جگہ بخاری شریف کی تدریس پر اُن کی علالت کے بعد عم محترم مولانا زاہد الراشدی صاحب کو ارباب نصرۃ العلوم نے مقرر کیا۔ جبکہ عم مکرم مولانا عبدالقدوس قارن مدظلہ دادا جانؒ کی حیات میں ہی طویل عرصہ تک نصرۃ العلوم میں مدرس رہے۔ حضرتؒ کی علالت کے بعد سے بخاری شریف کی تدریس کی ترتیب یہ ہے کہ ایک سال عم محترم مولانا قارن صاحب جلد اول پڑھاتے ہیں تو عم محترم مولانا زاہد الراشدی جلد ثانی، اور دوسرے سال قارن صاحب ثانی اور راشدی صاحب اول۔ لہذا حضرتؒ کی مسندِ حدیث پر بیٹھنے میں بھی عم محترم مولانا قارن صاحب اُن کے شریک ہیں، اس میں بھی وہ تنہا نہیں ہیں۔ حضرت اقدسؒ نے عم محترم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کو خلافت بھی دی تھی مگر وہ صرف اُنہیں نہیں بلکہ اپنے سب بیٹوں کو اور ان کے علاوہ اور بہت سے لوگوں کو بھی دی تھی اور یہ حضرت کے طویل مرضِ وفات کا واقعہ ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کی طرف سے اپنی تمام اولاد کو خلافت دینے کا قصہ یہ ہے کہ حضرتؒ کی حیات طیبہ کے آخری سالوں میں اللہ جل شانہ نے بندہ کو حضرت کے پاس رہنے اور حضرت کی تین سال مسلسل اور اس کے بعد تعطیلات میں حضرت کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائی تھی، انہی دنوں ایک مرتبہ عم محترم جناب مولانا حماد الزہراوی صاحب حضرت کے کمرے سے تشریف لائے اور بتایا کہ حضرت نے انہیں خلافت دے دی ہے، اور بتایا کہ جب حضرت نے مجھے خلافت دی تو میں نے کہا کہ آپ صرف مجھے نہیں بلکہ سب ہی بھائیوں کو خلافت دے دیں جس پر حضرتؒ نے سب بھائیوں کو خلافت دے دی۔ سو اگر یہ خلافت عم محترم مولانا زاہد الراشدی صاحب کے لیے جانشینی کی سند ہے تو اس کے وہ تنہا حق دار نہیں بلکہ اُن کے سات بھائی بھی اِس میں اُن کے شریک و سہیم ہیں۔ بلکہ دادا جان رحمہ اللہ نے سب سے پہلے عم مکرم مولانا قارن صاحب کو خلافت دی تھی۔ پھر عم مکرم مولانا حماد صاحب کو۔ پھر اُن کے مطالبے اور سفارش پر باقی بھائیوں کو۔ نیز بندہ کے برادرِ صغیر عزیزم حمزہ احسانی کے استفسار پر دادا جانؒ نے حضرت قارن صاحب کو علمی اعتبار سے راشدی صاحب پر فائق اور برتر قرار دیا تھا۔

جناب عمار خان صاحب بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ نے عم محترم جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا، کیا وہ اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں......؟ کیا حضرت شیخ رحمہ اللہ نے کسی جگہ اعلان کیا تھا کہ میرے بعد میرا بیٹا زاہد الراشدی میرا جانشین ہے......؟ اگر کیا تھا تو کب اور کہاں......؟ کیا حضرت نے عم محترم کو جانشینی کی کوئی دستار پہنائی تھی......؟ کوئی تحریر لکھ کر دی تھی......؟ کوئی اعلان فرمایا تھا......؟ ہماری معلومات کی حد تک ایسا ہرگز نہیں ہوا، جناب عمار خان صاحب کو اگر اس کا دعویٰ ہے تو وہ اس کا کوئی ثبوت پیش کر کے دکھائیں۔

اول تو حضرت دادا جان رحمہ اللہ نے ارباب الشریعہ کو اپنا جانشین بنایا ہی نہیں، اور اگر بالفرض بنایا بھی ہوتا تب بھی اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اب یہ لوگ ساری زندگی جو مرضی کریں، ان کو سب کچھ معاف

ہے اور وہ سب کچھ حضرت امام اہل سنتؒ ہی کی طرف منسوب ہے، محض تفہیم کے لیے عرض کرتا ہوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے، اورانہوں نے باقاعدہ طور پر اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا تھا، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جانشینی کے بعد یزید کے جتنے اعمال ہیں وہ سارے صحیح ہو گئے......؟ یا ان تمام اعمال کے ذمہ دار نعوذ باللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں......؟ یا اس کے اعمال حضرت امیر معاویہؓ کی طرف منسوب کیے جائیں گے......؟ ہرگز نہیں!! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں اُس کی بدعملی ظاہر نہیں ہوئی تھی، لہٰذا اس کے ظاہر پر اعتماد کرتے ہوئے حضرتؓ نے اسے اپنا جانشین بنا دیا جبکہ اس بدنصیب نے حضرتؓ کے اعتماد پر پورا اترنے کے بجائے ایسے اعمال سرانجام دیئے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے پورے طبقے میں اُسے آج تک مبغوض و مطعون سمجھا جاتا ہے۔ بلاتشبیہ اسی طرح اگر بالفرض حضرت داداجان رحمہ اللہ نے عم محترم کو اپنا جانشین بنایا بھی ہوتا تو الحاد و بے دینی کی تبلیغ و تشہیر اور عمار خان ناصر کی حمایت و تائید کے سنگین اقدامات کے بعد اِس جانشینی کی کوئی حیثیت باقی نہ رہتی۔ کجا یہ حقیقت، کہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے انہیں اپنا جانشین بنایا ہی نہیں اور یہ حضرات اس کا بے بنیاد دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ اس دعوے کو اپنے افکار فاسدہ کے درست ہونے کی دلیل بناتے چلے جارہے ہیں۔

اکابر و اسلاف کی سب سے زیادہ قابل تقلید چیز ان کے عقائد و نظریات ہیں، عقائد و نظریات قطعی اور دوٹوک ہوتے ہیں مگر اشخاص کے بارے میں تو آراء بسا اوقات تبدیل بھی ہوتی رہتی ہیں، یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ جن لوگوں کا قابل فخر سرمایہ ہی ''اجماع'' سے ہٹ کر ''تفردات'' کو فروغ دینا ہو، اور جو چودہ سو سال کے اکابر کی اجماعی و اتفاقی آراء کو بھی ٹھوکر مارنے میں کوئی قباحت محسوس نہ کریں، وہی لوگ اپنی شخصیت کو معتبر ثابت کرنے کے لیے انہی اکابر میں سے ایک کا نام استعمال کرنے، اور اس کا جانشین ہونے کا جھوٹا دعویٰ گھڑنے سے بھی پرہیز نہ کریں، گویا ان کے حق میں کوئی بزرگ کوئی بات کریں تو وہ وحی آسمانی ہے، اور ان کے خلاف چودہ صدیوں کے اکابر بھی جمع ہو جائیں تو ان کی رائے سے اختلاف میں کوئی حرج نہیں۔

چند الزامات......احباب کا اصرار......اور ہماری گذارش:

اہل باطل اپنے افکار و نظریات کو اہل حق میں پھیلانے کے لیے ''آزاد فورم'' کا ڈھونگ رچاتے ہیں، یہ آزاد فورم اور آزادیٔ اظہار صرف نمائشی ہوتا ہے، یہ ہاتھی کا صرف دکھانے کا دانت ہوتا ہے کھانے کا نہیں، یہ وسعت ظرفی صرف اس وقت تک ہوتی ہے جب تک کسی کے متأثر ہونے، یا کسی نہ کسی درجے میں اس کی حمایت ملتے رہنے کا امکان ہو، جب یہ امکان باقی نہ رہے، اور میٹھے لب و لہجے، پر اخلاق گفتگو، مصنوعی شفقت و محبت کے باوجود کوئی ڈھیٹ مٹی کا بنا ہوا انسان چودہ سو سالہ امت کی روایت سے نہ صرف کٹنے سے

انکار کردے، بلکہ اس کے تحفظ کے لیے ''مورچہ'' بھی جما کر بیٹھ جائے تو پہلے پہل اسے ممنون احسان کر کے اخلاقی دباؤ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس جھانسے میں بھی نہ آئے تو مختلف طریقوں سے نفسیاتی دباؤ کا طریقہ آزمایا جاتا ہے، تب بھی قابو نہ آئے تو دھمکیاں، الزامات، پروپیگنڈا، بہتان، بدنامی غرض ہر جائز و ناجائز طریقے سے اس کی آواز کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

''مجلّہ صفدر'' کے مدیران چونکہ ''الشریعہ'' کی غلط پالیسیوں پر نقد وتنقید کی جسارت کرتے رہتے ہیں، اس لیے ''الشریعہ'' کے ہمنواؤں کی طرف سے ان پر مندرجہ بالا کرم فرمائیوں اور نوازشوں کا سلسلہ بھی وقتاً فوقتاً جاری رہتا ہے۔ کچھ عرصے سے یہ ''حضرات'' مدیران صفدر کے بارے میں باقاعدہ پروپیگنڈہ مہم شروع کر چکے ہیں۔ اور ہر تھوڑے دن بعد ایک نیا پروپیگنڈہ پھیلایا جا رہا ہے۔ مثلاً...... کبھی یہ واویلا کہ: اِن کا مولانا راشدی سے کوئی خاندانی اختلاف ہے۔...... اور کبھی یہ کہ: یہ حضرت امام اہل سنتؒ کے جانشین بننے کے خواہش مند ہیں۔...... اور کبھی: یہ وہ نیٹ ورک ہے جو بزرگوں کے نام اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں مہارت رکھتا ہے۔...... اور کبھی: حضرت امام اہل سنتؒ کی علالت کے ایام میں اُن کے ارد گرد چند نوجوانوں کو مخصوص سرگرمیوں میں مصروف دیکھ چکا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ

یہ اور اس جیسے کتنے ہی بے بنیاد پروپیگنڈے آئے روز مختلف انداز اور مختلف مقامات سے مختلف افراد کے ذریعے پھیلائے جا رہے ہیں، ہم تو اِن کا تذکرہ بھی مناسب نہیں سمجھتے، لیکن بعض مخلص اور زیرک احباب کا پرزور اِصرار ہے کہ ایک مرتبہ اِن کی وضاحت کر دی جائے۔ اُن احباب کے اصرار پر مختصراً عرض ہے کہ: مذکورہ بالا تمام دعوے نہ صرف بے بنیاد اور من گھڑت ہیں، بلکہ ارباب الشریعہ کی طرف سے اُصولی اور بنیادی مسائل کی طرف سے توجہ ہٹانے اور عوام الناس کے ذہن کو منتشر کرنے اور اُلجھانے کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ اِس لیے اہل علم سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ ان کی طرف اور اِس طرح ''ذاتیات'' سے متعلق دیگر اُمور کی طرف توجہ دینے کے بجائے ارباب الشریعہ کی پالیسی، طریق کار اور مسلکی ونظریاتی دہشت گردی اور فکری آوارہ گردی پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں۔ اتنی گذارش کے بعد کسی صاحب کو اِن الزامات کی مزید وضاحت مطلوب ہے تو وہ اولاً اِن دعاوی پر ارباب الشریعہ سے دلیل طلب کریں، کیونکہ اُن کے ہاں تو فقط ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا'' کی بنیاد پر ایک تسلسل کے ساتھ الزامات جاری ہیں۔ اگر اُن کی طرف سے کوئی دلیل کسی کو مل جائے تو ہم سے اُس کی بابت دریافت فرمالے۔ ورنہ اِسے ارباب الشریعہ کی ''علمی وتحقیقی'' مجبوری سمجھ کر اُن کو معذور خیال کر لیا جائے۔ ہم بھی اپنی تمام تر توجہ دینی اور مسلکی اختلافات کی طرف مرکوز رکھتے ہوئے اس قسم کے معاملات روزِ قیامت کے لیے سپردِ خدا کر چکے ہیں جہاں نہ کسی کی قلمی جولانیاں کام آئیں گی، نہ ہوشیاریاں اور عیاریاں۔ (جاری۔۔۔۔) ☆......☆......☆......☆

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی کا تعاقب

......قسط:۲۸......

زبیر علی زئی:

۲: عام آدمی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا چونکہ فاسئلوا اھل الذکر سے ثابت ہے[۲۱۷]، لہٰذا یہ تقلید نہیں[۲۱۸] بلکہ اقتدا اور اتباع بالدلیل ہے[۲۱۹] اور اسے تقلید کہنا غلط ہے[۲۲۰]

۳: آلِ دیوبند نے اس بات پر اجماع کا دعوی کر رکھا ہے ''چار ائمہ[۲۲۱] کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں'' (دیکھیے اطمینان القلوب[۲۲۲] از محمد بلال دیوبندی ص ۱۶)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے سہیل[۲۲۳] ادلہ کاملہ (ص ۸۵) جواہر الفقہ (۱/۳۲۱) اور فتح المبین (ص ۳۷۴) اس مزعوم دیوبندی اجماع سے معلوم ہوا: دیوبندی عوام کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ موجودہ دیوبندی علماء سے کوئی مسئلہ پوچھیں[۲۲۴]، ان کا یہ مسئلہ پوچھنا دیوبندی اصول سے تقلید کہلائے[۲۲۵] گا اور آلِ دیوبند کے نزدیک تقلید صرف چار اماموں میں سے ایک امام کی واجب اور باقی تین اماموں کی حرام ہے، لہٰذا موجودہ دیوبندی علمائے سُوء[۲۲۶] میں سے کسی ایک کو پانچواں یا چھٹا امام بنا کر اس سے مسئلے پوچھنا دیوبندی اصول سے حرام اور اجماع کی مخالفت ہے۔[۲۲۷]

الجواب:

۲۱۷

شکر ہے کہ علی زئی صاحب مان گئے ہیں کہ'' أھل الذکر '' کا مصداق علماء ہیں ان سے مسئلہ پوچھنا فاسئلوا أھل الذکر کی تعمیل ہے، ورنہ ایک زمانہ تھا کہ غیر مقلدین شانِ نزول کو مدار بنا کر کہتے تھے کہ ''اھل ذکر'' تو اہلِ کتاب یہودی وعیسائی ہیں۔[فتاوی نذیریہ: ۱/۱۶۳]

۲۱۸

غیر مقلدین اپنے ''سلفی'' ہونے کے دعوے دار ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کو فہمِ سلف کے مطابق مانتے ہیں۔ مگر افسوس کہ عملاً ایسا ہے نہیں۔ زیر بحث آیت: فاسئلوا اھل الذکر'' ہی کے حوالے سے دیکھ لیں کہ وہ سلف صالحین کے فہم کو کیسے پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ غیر مقلدین کے ہاں عالم ومناظر کہلوانے

والے عبدالعزیز رحیم آبادی نے اس آیت کا جو مطلب بیان کیا اس پر آلِ غیر مقلدیت کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب نے یوں تبصرہ کیا:

''مولوی عبدالعزیز نے اس آیت کی ایسی تفسیر کی ہے جو متقدمین میں سے کسی نے نہیں کی اور امام رازی وغیرہ کو بھی نہیں سوجھی۔'' [چالیس علمائے حدیث صفحہ۹۲، عبدالرشید عراقی]

قرآن کی اس آیت: فاسئلوا اهل الذکر...سے تقلید کو ثابت ماننے والوں میں سے درج ذیل حضرات ہیں:

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ۔ [جامع بیان العلم وفضلہ:۲/۱۱۴۔۱۱۵]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ۔ [الفقيه و المتفقه:۲/۶۸]

دونوں حضرات کی عبارات کا ترجمہ علی زئی صاحب نے اپنے رسالہ ''دین میں تقلید کا مسئلہ ص۴۴'' میں کر دیا ہے۔ علی زئی صاحب نے دوسری کتاب میں لکھا:

''حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی وغیرہما نے بعض عبارات میں عامی کے لیے (زندہ) عالم کی تقلید کو جائز قرار دیا ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جاہل آدمی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرے۔'' [علمی مقالات:۳/۴۰]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مسئلہ پوچھنے کو تقلید قرار دیا ہے۔ [آزادی فکر:۲۳۰] دیکھیے حاشیہ۲۷۔

علی زئی صاحب اس حوالہ کا انکار نہیں کر سکے۔ [علمی مقالات:۵/۳۶۲]

حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ بھی مسئلہ پوچھنے کو تقلید کہتے ہیں۔ [اعلام الموقعین:۲/۱۸۸] دیکھیے حاشیہ۲۱۶

امام شافعی رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو تقلید کہا ہے۔ [دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ۲۱] آپ کی پیروی مسائل میں بھی کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ امام صاحب کے نزدیک بھی مسائل میں پیروی کرنا تقلید ہے۔ خود امام صاحب نے کئی مسائل میں اپنے سے مقدم کی تقلید کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ ہم کتاب الام کے حوالے سے ان کا فرمان حاشیہ۴۳ میں نقل کر آئے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علمائے امت اور علمائے غیر مقلدیت نے مسئلہ پوچھنے کو تقلید کہا ہے۔ (دیکھیے حاشیہ۲۱۶) مگر ہم نے یہاں ان حباب کے اسماء گرامی ذکر کیے ہیں جنہیں علی زئی صاحب ''سلف صالحین'' مانتے ہیں۔ انہوں نے ایک مضمون ''سلف صالحین اور تقلید'' لکھا۔ اس میں جن سلف صالحین کے اسماء گرامی درج کیے ان میں مذکورہ بالا شخصیات: علامہ ابن عبدالبر، خطیب بغدادی، علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم اور امام شافعی رحمہم اللہ بھی ہیں۔ [علمی مقالات:۳/۲۸۔۴۰۔۵۵]

علی زئی صاحب جب مدعی ہیں کہ قرآن کو سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں ماننا چاہیے تو انہیں ان اسلاف امت کی بات مان لینی چاہیے تھی کہ مسئلہ پوچھنا ''تقلید'' ہے مگر یہ ان کے نصیب میں کہاں؟

داؤد ارشد صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''میاں نذیر حسین محدث دہلوی، فاتح قادیان مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، نواب صدیق حسن خان محدث قنوجی، علامہ وحید الزمان... بلاشبہ یہ ہمارے اسلاف تھے۔'' [حدیث اور اہلِ تقلید: ۱/۱۶۲]

غیر مقلدین کے مذکورہ بالا ''اسلاف'' بھی مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' کہتے ہیں۔ حوالہ جات حاشیہ ۲۱۶ میں ملاحظہ ہوں۔

گویا عام اسلاف اور غیر مقلدین کے اسلاف دونوں مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' کہتے ہیں۔ اب بھی سلفیت کے دعویدار مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' نہ مانیں تو ان کی ''سلفیت'' ضرور سوالیہ نشان آئے گا۔

۲۱۹

یہ تقلید بھی ہے۔ محدثین میں سے علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ اور علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس آیت کو تقلید کے جواز پر پیش کیا ہے۔ دیکھیے حاشیہ ۲۱۷۔

مفسرین میں سے امام رازی رحمہ اللہ [تفسیر کبیر: ۲۷۲/۳] ، علامہ آلوسی رحمہ اللہ۔ [روح المعانی: ۱۴۸/۱۴] اسی آیت سے تقلید کا جواز پیش کرتے ہیں۔

اور غیر مقلدین میں سے میاں نذیر حسین دہلوی صاحب [معیار الحق صفحہ ۷۴] ، وحید الزمان صاحب [ہدیۃ المہدی: ۱/۱۱۲] اور فضل حسین بہاری [الحیات بعد الممات: ۶۱۵] نے تقلید کے ثبوت کے لیے اسی آیت کو پیش کیا ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی کے ہاں سے ''بڑے عالم متبحر جامع معقول اور منقول'' کا لقب پانے والے مولانا سید حیدر حسن ٹونکی صاحب [معیار الحق: ۱۲۹] بھی اسی کو آیت کو تقلید کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ [معیار الحق: ۱۲۹۔ الحیات بعد الممات: ۶۲۸]

۲۲۰

اِسے تقلید کہنا کیوں غلط ہے؟ اس پر دلیل، اسلاف اور مفسرین کے حوالے کہاں ہیں؟ اسلاف اور مفسرین جہاں رہے خود آلِ غیر مقلدیت کی عبارات اس کے خلاف ہیں کہ وہ مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' کہتے ہیں۔

اسماعیل سلفی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اگر مقلد قرآن، حدیث کے خلاف مسائل چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے تو یہ تقلید کی قابل برداشت

اور مناسب ترین صورت ہے میاں (نذیر حسین دہلوی) صاحبؒ اور حافظ ابنِ قیم نے اسے گوارہ فرمایا ہے۔ [تحریک آزادی فکر:۴۹۶]

سلفی صاحب، میاں صاحب اور حافظ ابنِ قیم کے نزدیک قرآن وحدیث کے خلاف مسائل کے علاوہ دیگر مسائل میں تقلید کرنا مناسب ترین چیز ہے۔

سلفی صاحب علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

''مازال المسلمون یستفتون علماء المسلمین فیقلدون تارۃ ھذا تارۃ ھذا ،مسلمان ہمیشہ اہلِ علم سے دریافت فرماتے رہے کبھی اس کی تقلید کرتے ،کبھی اس کی'' [تحریک آزادی فکر:۲۳۰]

معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنا بھی ''تقلید'' ہے۔

اہلِ مدینہ میں سے بعض نے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے حج سے متعلقہ ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے جو جواب دیا وہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے مسئلہ کے خلاف تھا تو وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے فتوی کی وجہ سے سیدنا زید بن ثابت کا قول نہیں چھوڑ سکتے۔[صحیح بخاری:۱/۲۳۷]

غیر مقلدین کے ''استاذ الاساتذہ'' جناب عبد الغفار محمدی صاحب اہلِ مدینہ کے اس مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' کہتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''پھر اہلِ مدینہ مدینہ پہنچے لوگوں سے پوچھا اور تحقیق کی اور دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں حدیث صفیہ بیان کی، گویا یہ کہا کہ جس کی تم تقلید کرتے ہو اس مسئلہ میں ان کی بات صحیح نہیں ہے اور جس کے تم مقلد نہیں ہو اور جس کی بات تم نے ٹھکرادی تھی، یعنی ابنِ عباس وہ اس مسئلہ میں حق بجانب ہیں کہ حدیثِ نبوی اس کی مؤید ہے۔ گویا مقلدینِ زید نے تحقیق کر کے اپنے مقتدا کی اصلاح کر دی۔'' [۳۵۰ سوالات:۵۴۴]

محمدی صاحب نے اہلِ مدنیہ کے مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' اور انہیں ''مقلدین'' کہا ہے۔

وکیل اہلِ حدیث کہلانے والے محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''دلیر بہادر اہل حدیث یہ بتاویں اور اس کی دلیل بیان کریں کہ جو شخص عمل بالحدیث کو تقلید پر مقدم کرے اور معہٰذا وہ جس مسئلہ میں کوئی دلیل نہ پائے اس میں کسی سنی امام مسلّم الاجتہاد کی تقلید کر لے اور اس وجہ سے وہ حنفی بھی کہلانا صرف جائز نہ (کہ) واجب سمجھے تو یہ امر اس کے لیے کیوں ناجائز ہے اور جو اس قسم کا حنفی ہو وہ کیوں اس انجمن اہلحدیث کا رکن نہ بنایا جائے۔'' [اشاعۃ السنۃ:۲۲/۱۷۱]

بٹالوی صاحب بھی مسئلہ میں کسی امام کی پیروی کو ''تقلید'' کہہ رہے ہیں۔

امام آل غیر مقلدیت وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بعض مسئلوں میں مقلد ہو اور بعض میں مجتہد'' [لغات الحدیث:۳/۱۴۴:ق]

وحید الزمان نے بھی مسائل میں پیروی کرنے کو ''تقلید'' کہا ہے۔مزید دیکھیے حاشیہ۲۷۔۲۱۶۔

غیر مقلدین سے سوالات:

علی زئی صاحب مسئلہ پوچھنے کو اتباع کہتے ہیں تقلید نہیں، دونوں میں کیا فرق ہے اسے یہاں بیان نہیں کیا مگر دوسری جگہ اس طرح فرق بتایا کہ دلیل والی بات ماننا اتباع ہے اور بے دلیل یا خلاف دلیل بات قبول کرنا تقلید ہے۔محصلہ [دین میں تقلید کا مسئلہ]

لیکن علی زئی سمیت آلِ غیر مقلدیت کئی مقامات پر اس دعوی کی مخالفت کرتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور حاشیہ ۳۷ میں ۱۲ غیر مقلد مصنفین کی عبارات ہم درج کر آئے ہیں کہ انہوں نے اتباع کا معنی تقلید کیا ہے۔

ہم نے علی زئی صاحب سے اس فرق کو بیان کرنے کی وجہ سے کئی سوالات کیے تھے۔وہ یہ ہیں:

۱......قرآن کریم میں ہے ذالك بان الذین کفر وا اتبعو الباطل (سورہ محمد آیت ۳)

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا......اسی طرح قرآن میں فرعون اور شیطان کی پیروی پر ''اتباع'' کا لفظ استعمال ہوا۔ فاتبعو ا امر فرعون (ھود آیت ۹۷) الا من اتبعك من الغاوین (الحجر آیت ۴۲)

اگر اتباع با دلیل پیروی ہی کو کہتے ہیں تو باطل، فرعون اور شیطان کی پیروی پر کون سی دلیل ہے جس کے پیش نظر لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے......؟

۲......زبیر صاحب لکھتے ہیں:

''حافظ ابن کثیر الدمشقیؒ کا اور ان کی اتباع میں متعدد علماء مثلاً شیخ البانی رحمہ اللہ کا اس روایت کو امام اسحاق بن راہویہ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔'' [فتاوی علمیہ المعروف توضیح الاحکام:۲/۴۸۷]

آپ نے غلط بات کی پیروی پر اتباع کا لفظ استعمال کیوں کیا ہے؟ آپ یوں لکھتے کہ حافظ ابن کثیرؒ کی تقلید میں البانی نے یہ بات لکھی ہے۔اس طرح لکھنے سے البانی کی طرف اگرچہ تقلید کی نسبت ہو جاتی مگر آپ کے ''اتباع و تقلید میں فرق'' والے قاعدہ کا بھرم رہ جاتا۔

۳......زبیر صاحب لکھتے ہیں:

''محترم خبیب صاحب نے شیخ البانیؒ کی چھتری تلے صحیح مسلم کی ایک روایت اور بعض اسانید پر بحث کی ہے جو کہ مرجوح ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔'' (علمی مقالات:۲/۲۶۴) خبیب صاحب کا البانی کی

چھتری تلے مسلم کی روایت واسانید پر بحث کرنا البانی کی اتباع کہلائے گا یا تقلید؟

۴......پروفیسر عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد کہتے ہیں:

''سجدے سے اٹھنا جیسے آٹا گوندتے ہیں یہ مسئلہ ایسا ہے کہ البانی چکر میں پڑ گیا اس کی وجہ سے ساری اہلحدیث جماعت اس کی طرف لگ گئی، سب کے سب اس میں پڑ گئے۔'' (خطبات بہاولپوری:۴/۱۴۸)

جماعت اہلحدیث کا اس مسئلہ میں البانی کے پیچھے لگنا اتباع ہے یا تقلید؟

۵......ابوالاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''شیخ البانی نے محض اپنے سے قبل والے بعض علماء کی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کو مدرج قرار دے کر سلسلہ احادیث ضعیفہ وموضوعہ میں لکھ دیا تحقیق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔'' [مقالات شاغف:۳۶۵]

البانی کا بعض علماء پر اعتماد کر کے حدیث کو مدرج قرار دینا اتباع سمجھا جائے گا یا تقلید؟

۶......حدیث میں ہے لتتبعن سنن من کان قبلکم، تم ضرور بالضرور پہلے لوگوں کے طریقوں کا اتباع کرو گے۔

اس حدیث میں اتباع کا لفظ بادلیل پیروی پر بولا گیا ہے یا بے دلیل بلکہ خلافِ دلیل پر؟

۷......غرباء اہلحدیث کے عامی لوگ اپنے علماء کے فتوی پر اعتماد کرتے ہوئے مرغی کی قربانی کو جائز سمجھتے ہیں...... یہ اپنے علماء کی تقلید ہوگی یا اتباع؟

۸......اہلحدیث کہلانے والے ایک شخص اپنے عالم سے مسئلہ پوچھتے ہیں کہ عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع یدین کرنا چاہئے یا نہیں؟ اسے جواب ملتا ہے کہ نہیں کرنا چاہئے۔ (ضمیمہ ھدیۃ المسلمین طبع کراچی) عامی اس مسئلہ میں اپنے عالم کا متبع کہلائے گا یا مقلد؟

۹......اہلحدیث کہلوانے والے اپنے عالم سے مسئلہ پوچھتے ہیں کہ قربانی کتنے دن تک کی جاسکتی ہے جواب ملتا ہے کہ چار دن تک قربانی کرسکتے ہیں۔ (عام کتب وفتاوی)

قربانی کے چار دن کے سلسلہ میں اپنے عالم کی بات ماننا اتباع ہے یا تقلید؟ اہلحدیث عوام اس مسئلہ میں اپنے علماء کے متبع ہیں یا مقلد؟

۱۰......ایک اہلحدیث نے البانی کی کتاب صفۃ صلوۃ النبی پڑھ کر جہری نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ [مقالاتِ شاغف:۳۵۴]

فاتحہ نہ پڑھنے والا یہ شخص البانی کا متبع ہے یا مقلد؟

۱۱......ایک اہلحدیث کہلوانے والا شخص اپنے علماء کے دروازہ پر حدیثِ مسلم " اذا قرأ فانصتوا جب امام

قراۃ کرے تو تم خاموش رہو' لے کر جاتا ہے اور پوچھتا ہے یہ صحیح ہے یا ضعیف؟ اسے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔(تحقیق الکلام، خیر الکلام، توضیح الکلام، خطبات راشدیہ وغیرہ)

اہلحدیث عامی یا عوام کا اپنے علماء کی تحقیق پر اعتماد کر کے حدیث مسلم کو ضعیف سمجھنا اتباع ہے یا تقلید؟

۱۲......غرباء اہلحدیث کے عوام اپنے علماء سے مسئلہ پوچھتے ہیں کہ رکوع پا لینے سے رکعت ہو جاتی ہے؟ وہ کہتے ہیں جی ہو جاتی ہے۔(فتاوی ستاریہ)

غرباء عوام کا اپنے علماء سے یہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا اتباع ہے یا تقلید؟

نوٹ: جوابات دینے سے پہلے زبیر علی زئی صاحب اپنے دعوے ایک دفعہ دہرا لیں کہ:

۱......عامی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے، اتباع ہے۔

۲......اتباع اور تقلید میں فرق ہے اتباع با دلیل پیروی کو اور تقلید بے دلیل بات ماننے کو کہتے ہیں۔ [دین میں تقلید کا مسئلہ]

۳......اس کے ساتھ یہ دعوی بھی ذہن نشین رہے کہ: اہلحدیث تقلید نہیں کرتے۔[علمی مقالات :۱/۱۷۷] [مجلّہ صفدر گجرات شمارہ:۸، ۲۰۱۱ء]

کئی سال گزر چکے ہیں مگر ہماری معلومات کے مطابق کوئی غیر مقلد آج تک ان کا جواب نہیں دے سکا۔اس سلسلہ کے مزید سوالات ملاحظہ ہوں۔

۱۳۔علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''لغت کی ان تعریفات وتشریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ (دین میں) بے سوچے سمجھے، آنکھیں بند کر کے بغیر حجت اور بغیر غور وفکر کسی شخص کی (جو نبی نہیں ہے) پیروی واتباع کرنا تقلید کہلاتا ہے۔''

[دین میں تقلید کا مسئلہ:۸]

علی زئی صاحب نے صاف اقرار کر لیا ہے کہ ''اتباع کرنا تقلید کہلاتا ہے'' یعنی کسی کی اتباع کرنے کو ''تقلید'' کہتے ہیں، کہاں گیا اتباع وتقلید میں فرق؟

۱۴۔علی زئی صاحب نے لکھا:

''تنبیہ: راقم الحروف نے سنن ابی داود (۳۱۹۱) اور سنن ابن ماجہ (۱۵۱۷) وغیرہما میں بعض علماء کے اس قول: ''صالح مولی التوآمہ نے اس روایت کو اختلاط سے پہلے بیان کیا ہے'' پر اعتماد کرتے ہوئے ''اسنادہ حسن'' قرار دیا جو کہ قولِ مذکور کے مشکوک ہونے کی وجہ سے غلط ہے، لہٰذا میں اپنی سابق تحقیق سے علانیہ رجوع کرتا ہوں اور حق ہے کہ یہ روایت ضعیف ومنکر ہے۔'' [مقالات:۳/۲۰۸]

علی زئی صاحب نے بعض علماء کی بے دلیل پیروی کی ہے یہ اتباع ہے یا تقلید؟ نیز بعض علماء پر اعتماد کر کے کچھ لکھ دینا ''تحقیق'' کہلائے گا؟ جیسا کہ ''سابق تحقیق'' الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

۱۵۔علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''سیوطی نے لکھا ہے: اہل حدیث کے لیے اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کا کوئی (متبوع) امام نہیں ہے'' [مقالات:۲۵۵/۵]

علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ مسئلہ پوچھنا اتباع ہے، لہٰذا ان کے ہم مذہب جس سے مسئلہ پوچھیں گے وہ ان کا متبوع ہوگا، مگر دوسری طرف لکھ رہے ہیں کہ اہلِ حدیث کا کوئی متبوع نہیں یعنی وہ کسی کی اتباع نہیں کرتے۔ یہاں اتباع کی نفی سے تقلید کی نفی ہے یا کسی اور چیز کی؟

۱۶۔علی زئی صاحب نے اپنے دادا استاد ثناء اللہ امرتسری صاحب کے دفاع میں ایک طویل عبارت نقل کی ہے جس میں درج ذیل عبارت بھی ہے۔

''ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں تاویل استوی اور اس جیسی آیاتِ صفات میں متکلمین کی اتباع کرتے ہوئے جو کچھ لکھا تھا اُس سے رجوع کر لیا ہے اور اس باب میں انہوں نے سلف (صالحین) کی اتباع کر لی ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ بلاشبہ یہی حق ہے۔'' [مقالات:۵۸/۶]

یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ متکلمین کی پیروی غلط اور اسلاف کی پیروی صحیح ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ غیر مقلدانہ اصول کے مطابق متکلمین کی پیروی کو ''تقلید'' اور اسلاف کی پیروی کو ''اتباع'' کہا جاتا مگر یہاں تو دونوں کی پیروی کو ''اتباع'' کہا ہے جس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ بے دلیل پیروی کو بھی ''اتباع'' کہہ سکتے ہیں لہٰذا بے دلیل پیروی کو ''تقلید'' کے لیے خاص کرنا درست نہ ہوا۔؟

اس عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ بقول کسے امرتسری صاحب نے متکلمین کی ''اتباع'' سے رجوع کیا ہے سوال یہ ہے کہ اگر اتباع دلیل والی ہی بات ماننے کو کہتے ہیں تو دلیل والی بات سے رجوع کیا مطلب؟ علی زئی صاحب وغیرہ کو اس پر خوشی کس وجہ سے ہے؟

۱۷۔علی زئی صاحب نے الحدیث شمارہ:۷ص۱۳ پر ایک رائے درج کی اور پھر اس کے کئی سال بعد لکھا:

''یہ میری اپنی رائے ہے اور اس ذاتی رائے سے بھی رجوع کا اعلان ہے، والحمدللہ۔''

[مقالات:۱۷۵/۶]

رجوع سے پہلے کئی سال تک جن غیر مقلدین نے اس بات کو تسلیم کیے رکھا انہوں نے اتباع کی تھی یا تقلید؟

۱۸۔علی زئی صاحب نے مقالات جلد۳ میں ابوالحویرث عبدالرحمٰن معاویہ کے بارے میں لکھا:

''وثقه الجمهور'' پھر مقالات جلد۶ میں اپنی اس بات کے متعلق لکھا کہ:

''میری یہ بات غلط ہے اور اللہ تعالی سے استغفار کرتے ہوئے رجوع کا اعلان ہے۔'' [۱۵۸/۶]

جن غیر مقلدین نے طویل عرصہ تک مقالات کی تیسری جلد کے پیشِ نظر اس راوی کو ثقہ سمجھا وہ علی زئی صاحب کی اتباع کرتے رہے یا تقلید؟

۱۹/۲۰۔علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''۱۵/مئی ۲۰۰۵ء میں راقم الحروف نے صرف لسان المیزان پر اعتماد کرتے ہوئے احمد بن کامل کو ''بذاتِ خود ضعیف'' لکھا تھا...بعد میں تحقیق ثانی کے بعد ۳۰/ستمبر کو ۲۰۰۸ء میں اس سے رجوع کیا۔''

[مقالات:۵۵۸/۶]

یہاں پر ایک سوال یہ ہے کہ علی زئی صاحب نے صاحب لسان پر جو اعتماد کیا وہ اتباع کہلائے گا یا تقلید؟ نیز یہ تقلید شخصی ہو گی یا مطلق؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ۱۵/مئی سے ۳۰/ستمبر تک جن غیر مقلدین نے علی زئی صاحب کے کہنے پر احمد بن کامل کو ''ضعیف'' سمجھا انہوں نے اتباع کی تھی یا تقلید؟

۲۱۔علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا عطاء اللہ ساجد کے ترجمہ وفوائد کے ساتھ دارالسلام کی سنن ابنِ ماجہ (مترجم): اس کتاب میں بعض مقامات پر صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف روایات کو صحیح قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے نیز کئی مقامات پر یہ کتاب چوں چوں کا مربہ بنا دی گئی ہے۔ [مقالات:۲۴۹/۵]

بلا دلیل باتوں پر مشتمل غیر مقلدین کی اس کتاب پر اعتماد کرنے والے نام کے اہل حدیث اتباع کرنے والے ہیں یا تقلید؟

دارالسلام والے اس کتاب کو شائع کر کے لوگوں کو اتباع پہ لگا رہے ہیں یا تقلید پہ؟

۲۲۔امام شافعی رحمہ اللہ نے حدیث ماننے کو تقلید کہا ہے۔[دین میں تقلید کا مسئلہ ۲۱] اور حدیث میں مسائل بھی ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ مسئلہ میں کسی کی پیروی کرنا یا دلیل والی بات ماننا تقلید ہے مگر علی زئی اس سے انکاری ہیں۔

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''امام شافعی کے مقابلے میں حافظ ابن حجر کی کون سنتا ہے'' [مقالات:۹۶/۶]

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اگر امام شافعی کے مقابلہ میں حافظ ابن حجر کی کوئی نہیں سنتا تو امام صاحب

کے مقابلہ میں علی زئی صاحب کی کون سنے گا؟

۲۳۔علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''اس روایت کو شیخ ابوعمر عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کا حافظ ذھبی کی پیروی کرتے ہوئے ''صحیح عندی''، صحیح نہیں ہے بلکہ اصول حدیث کے سراسر خلاف ہے'' [توضیح الاحکام:۲/۱۵۰]

نورستانی صاحب کا حافظ ذھبی رحمہ اللہ کی یہاں پیروی کرنا اتباع کہلائے گا یا تقلید؟

۲۴۔ارشادالحق اثری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''انہی (سیوطی) کی اقتدا میں بعض حنفی علماء نے بھی یہی بات کہہ دی کہ علامہ سیوطیؒ سے پہلے کسی نے اس (نسائی) کی شرح نہیں لکھی مگر ہمارے حضرت مولانا (عطاء اللہ حنیف) رحمہ اللہ نے اپنی وسیع معلومات کی بناء پر ثابت کیا کہ علامہ سیوطیؒ وغیرہ کا یہ خیال درست نہیں۔''

[الاعتصام اشاعتِ خاص بیادعطاءاللہ حنیف:۶۷۹]

یہاں غلط خیال کی پیروی کو ''اقتدا'' کیوں کہا گیا؟ آپ کے اصول کے مطابق اسے ''تقلید'' کہنا چاہیے تھا؟

۲۵۔اسماعیل سلفی صاحب غیر مقلد نے تقلید کی چار تعریفیں کرنے کے بعد لکھا:

''تمام تعریفات میں قدر مشترک یہ ہے کہ تقلید بلا دلیل اطاعت اور اقتدا کا نام ہے۔''

[آزادی فکر:۱۹۶]

سلفی صاحب ''تقلید'' کا معنیٰ ''اقتدا'' کر رہے ہیں۔تقلید اور اقتدا میں فرق والی بات کہاں گئی؟

۲۶۔سلفی صاحب "بل نتبع ماالفینا آبا ء نا " کے متعلق لکھتے ہیں:

''بنابریں عموم الفاظ کی بناء آیتِ مرقومۃ الصدر اس تقلید کو بھی شامل ہوگی حکم اور مرتبہ میں فرق ہوگا۔'' [تحریک آزادی فکر:۲۳۹]

جب آپ کے ہاں اتباع اور تقلید میں فرق ہے تو اتباع والی آیت سے تقلید کو کیوں کشید کیا ہے؟

۲۷۔محمد جونا گڑھی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''تمام انبیاء کرام کی مخالفت ان کی امتوں نے محض تقلید کی بناء پر کی ہے ارشادِ باری ہے وکذلک ماارسلنا...مقتدون'' [طریقِ محمدی:۱۵]

مذکورہ آیت میں لفظ ''مقتدون'' ہے کہ وہ لوگ اقتدا کرنے والے تھے۔جونا گڑھی صاحب اسی اقتدا کو ''تقلید'' کہہ رہے ہیں کیوں؟

۲۲۱

دیوبندیوں نے جن چار اماموں کی تقلید کا کہا ہے وہ چاروں ہدایت یافتہ ہیں مگر نام کے اہل حدیث تو گمراہوں کی تقلید کرتے ہیں جیسا کہ خود نام نہاد اہلحدیثوں کی اعترافی عبارات اشاعۃ السنہ: ۱۱/ ۴۱/۲۳... سے یہ بات ہم پیچھے حاشیہ ۴۵ میں لکھ آئے ہیں۔

۲۲۲

اطمینان سے لے کر فتح تک یہ ساری کتابیں میرے پاس نہیں ہیں۔

۲۲۳

غالب گمان یہ ہے کہ صحیح لفظ ''تسہیل'' ہے۔اگر ''سہیل'' ہے تو یہ کتاب میرے پاس نہیں۔

۲۲٤

یہ علی زئی صاحب کا اپنا کشیدہ خیال ہے ورنہ علمائے دیوبند نے ہرگز نہیں کہا کہ عوام علماء سے مسائل نہ پوچھیں اگر ایسی کوئی عبارت ہے تو پیش کی جائے۔

۲۲۵ اس کا جواب آگے حاشیہ ۲۲۷ میں آ رہا ہے، ان شاءاللہ۔

۲۲٦

علی زئی صاحب کا علمائے دیوبند کو ''علمائے سوء'' کہنا کئی طرح سے غلط ہے۔

اول یہ مخالف کا دعوی ہے اور علی زئی صاحب کو اعتراف ہے کہ مخالف کی جرح معتبر نہیں۔

[توضیح الکلام: ۱/ ۳۵۰]

دوم: علی زئی صاحب نے ''سوء'' کہنے پہ کوئی دلیل، عبارت اور حوالہ نہیں دیا اور علی زئی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاحوالہ بات معتبر نہیں۔

سوم: خود آلِ غیر مقلدیت کو اعتراف ہے کہ علمائے دیوبند اہل حق، اہل سنت ہیں جس کی تفصیل بندہ نے اپنی کتاب ''غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کو خراجِ تحسین'' میں ذکر کر دی ہے اس کی ۱۸ قسطیں ''مجلّہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ'' میں شائع ہو چکی ہیں والحمدللہ۔

علمائے دیوبند کے ''اہلِ سنت، اہل حق اور اہلِ توحید'' ہونے پر غیر مقلدین کے کافی حوالہ جات آئندہ اوراق میں ذکر کریں گے اس لیے یہاں تفصیلی بحث نہیں کرتے البتہ ''کچھ نقد بھی ہو جائے'' کی قبیل سے ایک حوالہ عرض کر دیتے ہیں۔

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض اہلِ حدیث علماء وعوام بریلویوں کے بارے میں سخت موقف رکھتے ہیں انہیں مشرکین اور مبتدعین وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں لیکن دیوبندیوں کے بارے میں بڑا نرم گوشہ رکھتے ہیں اور اہلِ توحید میں سے سمجھتے ہیں۔'' [مقالات:۹۵/۴]

علی زئی صاحب نے اعتراف کرلیا ہے کہ اہل حدیث علماء وعوام بریلویوں کو تو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں لیکن دیوبندیوں کو ''اہل توحید'' تسلیم کرتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہنا کہ بعض اہل حدیث ایسا کہتے ہیں تو یہ بات قابلِ تامل ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق ثناء اللہ امرتسری صاحب لے کر ماضی قریب تک کے غیر مقلدین عموماً دیوبندیوں کے مداح رہے ہیں۔ ماضی قریب اور موجودہ دور کے بھی اکثر غیر مقلدین دیوبندیوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ دورِ حاضر کے مؤرخین آل غیر مقلدیت محمد اسحاق بھٹی صاحب وغیرہ کی کتابیں پڑھ کر دیکھ لیں۔

نیز دوسروں کو ''علمائے سوء'' کہنے والے علی زئی صاحب کا عقیدہ بھی یہاں جان لیں کہ وہ امتِ محمدیہ سے پہلے لوگوں کے ''غیب دان'' ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ:

''پہلی امتوں میں ایسے لوگ گزرے ہیں جنہیں کشف (والہام) ہوتا تھا'' [توضیح الاحکام:۸۷/۱]

اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''کشف بھی غیب دانی کا ایک نام ہے'' [توضیح الاحکام:۸۸/۱]

نتیجہ صاف ہے کہ ان کے نزدیک پہلی امتوں میں ''غیب دان'' لوگ تھے۔ اب ہمارا یہ سوال ہے کہ جو پچھلی امتوں میں ''غیب دان'' پائے جانے کا عقیدہ رکھتا ہو وہ علمائے حق میں سے ہے یا علمائے سوء میں سے؟

۲۲۷ علی زئی صاحب نے اجماع کی مخالفت کا مدار اس پر رکھا ہے کہ موجودہ علماء سے مسئلہ پوچھنا ان کا مقلد بننا ہے حالانکہ ہم پیچھے حاشیہ...میں وکیل اہل حدیث کہلانے والے محمد حسین بٹالوی صاحب کی عبارت اشاعۃ السنہ سے نقل کر آئے ہیں کہ عوام کا علمائے وقت سے مسئلہ پوچھنا دراصل ان ائمہ کی تقلید ہے جن کے مقلد وہ علماء ہیں۔

جب بات یونہی ہے کہ عوام بواسطہ علمائے وقت اماموں کے مقلد ہیں تو پانچویں یا چھٹے امام کی تقلید کا طعن اور پھر اجماع کی مخالفت کا الزام غلط ہے۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ آلِ غیر مقلدیت بہت سے اجماعی مسائل کے مخالف ہیں بلکہ ان میں سے کافی لوگ سرے سے اجماع کی حجیت ہی کو نہیں مانتے جیسا کہ ہم ان کے اعتراف کے ساتھ یہ بحث پیچھے حاشیہ...میں کر چکے ہیں۔ (جاری......)

مجلّہ صفدر کا فتنہ غامدی نمبر......اکابر ومبصرین کی نظر میں

حضرت خواجہ خان محمدؒ کے خلیفہ مجاز شیخ طریقت حضرت مولانا محبّ اللہ مدظلہم کی رائے گرامی

بسم الله الرحمن الرحيم۔ حامدا ومصليا ومسلما

بخدمت جناب عملہ مجلّہ صفدر خصوصاً احسن خدامی صاحب دامت برکاتکم وزاد نفعکم لعامة المسلمین لرضاء الله تعالیٰ ولإشاعة الدين القيم ولحفاظته من كل المخالفين. آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش ہے کہ تمہارا تحفۂ مکرمہ معظّمہ بندہ ناچیز کو وصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کے معاوضہ میں تم سب کو خدمتِ دین میں آسانی کے ساتھ اور قبولیت کے ساتھ قبول فرماویں اور علوم ظاہری میں عموماً اور علوم باطنی میں خصوصاً ترقی، کامل مکمل کامیابی اور مکمل حصہ نصیب فرماویں۔ آمین

عرض یہ ہے کہ تمہاری محنتوں کا نتیجہ، مجلّہ صفدر کا ''فتنہ غامدی نمبر'' اللہ تعالیٰ قبول فرماویں، اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے اعزاز کے لیے اور تمہیں معزز بنانے کے لیے یہ بہت بڑا واسطہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جو مقام ملا، اِس وجہ سے نہیں ملا کہ اُن کے ہاتھ پر بہت سے لوگ ایمان لائے تھے، اُن کے ہاتھ پر ایمان لانے والوں میں سے تو صرف ایک کا تذکرہ ہے "فـامـن لـه لوط." ۔لیکن ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اسوۂ حسنہ بنایا ہے۔ "قد كانت لكم أسوة حسنة فی ابراهيم والـلـذيـن مـعـه، اذ قـالـوا لقومهم انا برءٰ و منكم. الخ[الممتحنه:٤]"۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام مخالفین کے مقابلے کی وجہ سے معزز بنے۔ تو ہمارے لیے بھی مخالفینِ دین کا مقابلہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت اعزاز ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام معزز ہوگئے۔ مخالفین کا مقابلہ اسوۂ ابراہیمی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہاری نصرت فرماویں اور حفاظت فرماویں۔ آسانی اور قبولیت کے ساتھ قدم آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرماویں اور اپنی رضامندی نصیب فرماویں۔ آمین

والسلام...... بندہ ناچیز محبّ اللہ عفی عنہ......۲۹/شعبان ۱۴۳۶ھ

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا ساجد الرحیم مدظلہ کی رائے گرامی

مکرمی ومحترمی جناب مولانا حمزہ احسانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''فتنہ غامدیت'' پر آپ کی کاوش دیکھنے کو ملی، اس پر مبارک باد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح دین اسلام کے محافظ اور اس پر اپنا تن من دھن لٹانے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں، اسی طرح کچھ ناعاقبت اندیش وناہنجار اور (اصل میں) قابل رحم لوگ دانستہ ونادانستہ اس دین محمدی کی جڑوں پر تیشہ زنی کرنے والے بھی ہر زمانے میں پیش پیش رہے ہیں۔ لیکن یہ خدائی وعدہ ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت خود ہی کرنی ہے چاہے وہ ''پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے'' کی صورت ہی کیوں نہ ہو۔

سادہ لوح یا ''زیادہ پڑھے لکھے'' لوگوں کو گمراہی کی دلدل میں دھکیلنے والے ''اسلام کے ٹھیکیداروں'' کی سرکوبی بھی دین اسلام کی ایک عظیم خدمت ہے، جس کا ماشاءاللہ آپ بھی ایک حصہ ہیں۔

مولائے کریم آپ اور آپ کے تمام ساتھیوں کو اس پر دنیا وآخرت میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام: ساجد الرحیم غفرلہ، مدیر اعلیٰ: ماہنامہ دین کی دنیا، ساہیوال......۲۸ رمئی ۲۰۱۵ء

☆......☆......☆......☆

ماہنامہ **دارالتقویٰ** لاہور کا تبصرہ

مجلّہ صفدر کا فتنہ غامدی نمبر۔ مرتبین: مولانا احسن خدامی، مولانا حمزہ احسانی

سائز: "6x10 ضخامت: چھ سو صفحات مجلد رنگین۔

قیمت: دوسو روپے صرف، (علاوہ ڈاک خرچ) ناشران: جامعہ حنفیہ فیصل آباد، دالامین لاہور۔

رسول اللہ ﷺ نے بعض گمراہ فرقوں کے متعلق یہ خبر دی تھی کہ وہ اسلام کا نام تو لیں گے لیکن درحقیقت ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کے مبارک زمانے سے لے کر آج تک، جب بھی کوئی دین دشمن کسی بھی بہروپ میں اسلام کی بنیادوں پر حملہ آور ہوا، علمائے اسلام نے اس کا بھرپور تعاقب کیا اور اس کی گمراہیوں کو طشت ازبام کیا ہے۔

عصرِ حاضر میں دین کی بنیادوں پر حملہ آور ہونے والے تیرہ بختوں میں سے ایک نمایاں نام جاوید احمد

غامدی کا ہے۔موصوف اپنے ہیچ در ہیچ مبلغ علمی اور دیہاتی طرزِ گفتگو کے باوجود میڈیا کی کرم فرمائیوں اور مال وزر کی چمک دمک کے بل پر ایک اچھا خاصا حلقہ پیدا کر چکے ہیں۔مقامِ افسوس یہ ہے کہ اس حلقہ صد کامِ نہنگ میں چند علماء بھی پھنس گئے ہیں اور اب ان کا مقصد حیات ''استاذ غامدی'' کے نظریات کی ترجمانی اور تقویت واشاعت ہی رہ گیا ہے۔اس پہلو سے غامدی مذہب، اُن دوسرے گمراہ مذاہب سے زیادہ خطرناک بن جاتا ہے جن کی گمراہی اور تردید پر سبھی علماء متفق اللسان ہیں۔

گمراہ فرقوں کے حوالے سے ایک بنیادی بات یہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ ہمیشہ ان کی گمراہی کا ظہور پہلے ہوا ہے اور اس کی تردید یا سرکوبی بعد میں ہوئی ہے۔مسیلمہ کذاب، منکرینِ زکوۃ اور خوارج سے لے کر قادیانیوں، منکرینِ حدیث اور غامدی مذہب تک یہ حقیقت بالکل بدیہی ہے۔لیکن اس کے باوجود، جب ان اسلام دشمنوں کی گمراہیوں کو واضح کیا جاتا ہے تو یہ لوگ، علمائے حق پر فرقہ واریت کا الزام لگانے لگتے ہیں اور باہمی رواداری کی تلقین کرنے لگتے ہیں۔حالانکہ درحقیقت خود یہی لوگ غلط افکار کی ترویج واشاعت کرنے کی وجہ سے فرقہ واریت کے ذمہ دار بھی ہیں اور باہمی رواداری کے دشمن بھی۔لیکن چوری کے بعد سینہ زوری کرتے ہوئے الٹا صحیح دین کے حامل علمائے حقہ کو ہی فرقہ واریت کا ذمہ دار قرار دینے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔دراصل ''باہمی رواداری'' وغیرہ کی اس تلقین کے پیچھے ان کی یہ حسرتِ ناکام مچل رہی ہوتی ہے کہ قصرِ اسلام کی بنیادوں پر حملہ آور ان پلید چوہوں سے صرفِ نظر کر لیا جائے۔

ظاہر ہے کہ دین اسلام کے بانی علیہ الف الف تحیۃ وسلام نے گمراہی کو برداشت کرنا اپنے غلاموں کو سکھایا ہی نہیں، اس لیے انہیں یہ مکروہ فن آتا بھی نہیں۔ان کے لیے تو اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَ اَنَا حَیٌّ (کیا دین میں کمی کی جائے اور میں زندہ بھی رہوں؟ فرمانِ حضرت ابوبکر صدیقؓ) کا نعرۂ مستانہ ہی قندیلِ راہ ہے۔

مذکورہ نو ایجاد شدہ ''غامدی مذہب'' کی فتنہ سامانی کو بھی آشکارا کرنے میں علمائے اسلام نے کوتاہی نہیں کی اور ابتداء ہی سے اس مذہب کے خطرناک مضمرات کو بیان کیا ہے۔لیکن اب تک ہونے والا کام مختلف پہلوؤں پر تھا اور یکجا بھی نہیں تھا، اس لیے کسی ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جس میں اس مذہب کے اصول وفروع پر یکجا اور بھرپور کلام کیا گیا ہو۔اسی ضرورت کا ادراک کرتے ہوئے حضرت امامِ اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ کے فاضل پوتوں مولانا احسن خدامی اور مولانا حمزہ احسانی صاحب نے اپنے مجلّہ ''صفدر'' کا غامدی نمبر شائع کیا ہے۔چھ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب ''غامدی نمبر'' کی پہلی جلد ہے۔جو مباحث اس میں نہیں آپائے ان کے لیے ان شاء اللہ دوسری جلد اسی انداز سے شائع کی جائے گی۔

''فتنہ غامدی نمبر'' سات ابواب پر مشتمل ہے جن میں ''تحریراتِ اکابر''، ''قلمی وعلمی فتنے''، ''غامدیت کا

تعارف وپس منظر''، ''غامدی افکار کا تحقیق محاسبہ'' اور'' غامدیت پر فتاویٰ'' وغیرہ شامل ہیں۔ان ابواب کے ضمن میں بنیادی غامدی افکار پر تنقید بھی آ گئی ہے،اس مذہب کا طریقِ واردات بھی بیان ہوگیا ہے، غامدیت کے، خلافِ اسلام نظریات کی بھی بھرپور وضاحت ہوگئی ہے اور اسلام کی علمی روایت کی رُو سے غامدیت پر گمراہی کے جس درجے کا حکم لگتا ہے وہ بھی سامنے آ گیا ہے۔ یوں کسی بھی گمراہ نظریے اور مذہب کے متعلق جتنی جہات میں کام ہونا چاہیے، ان سب کا اس ''فتنہ غامدی نمبر'' میں لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہ ضروری اور مفید اہتمام درحقیقت اسے غامدیت پر ایک جامع دستاویز کی حیثیت دیتا ہے۔

مجلّہ صفدر کی انتظامیہ کا یہ اقدام واجب التحسین ہے کہ چھ سو صفحات کی یہ ضخیم دستاویز صرف دو سو روپے میں دستیاب ہے تاکہ ہر کس و ناکس اس جوئے فیض سے فائدہ اٹھا سکے۔ مارکیٹ میں آج کل اس ضخامت کی کتاب اس قیمت میں ملنا بلا شبہ ناممکن ہے۔ تمام دینی مدارس، علماء، لائبریریوں، کالجز اور یونیورسٹیز کے کتب خانوں میں مجلّہ صفدر کا یہ شمارہ ضرور موجود ہونا چاہیے تاکہ غامدی فتنے کا بھرپور مقابلہ کیا جاسکے (ط۔ج) (ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور، جون 2015ء)

☆......☆......☆......☆

روزنامہ **اسلام** کراچی کا تبصرہ

مجلّہ صفدر (فتنہ غامدی نمبر) طباعت: مناسب/نیوز پیپر/مضبوط جلد

زیرِ تبصرہ خاص اشاعت محقق العصر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے پوتے جناب حمزہ احسانی صاحب کی کاوش ہے۔ جاوید احمد غامدی صاحب کا نام علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ ان کے افکار ونظریات ہمیشہ مختلف فیہ اور متنازع رہے ہیں۔ 'مستشرق' کے وزن پر انھیں مستغرب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ انھوں نے اسلام کی جو تشریح وتوضیح اپنی فہم کے مطابق پیش کی ہے اُس سے مغربیت ہی برآمد ہوتی ہے۔ چونکہ اُن کی فکر ہمارے ہاں کے شیدائیانِ مغرب کو خوب راس آتی ہے اِس لیے اُن کی خوب واہ واہ بھی ہے۔ معاملہ یہیں تک رہتا تو شاید سنبھلا رہتا، مگر اُن کی 'علمیت' سے متاثر ہوکر ہمارے بہت سے اہل علم گھرانوں سے تعلق رکھنے والے نوجوان بھی غامدی فکر کے علمبردار بننے لگے ہیں۔

ضرورت اِس امر کی تھی کہ غامدی صاحب کے افکار ونظریات کا بے لاگ تجزیہ کیا جاتا۔ بعض حلقوں کی جانب سے اگرچہ یہ کام ایک عرصے سے جاری تھا، مگر ٹھیٹھ دیوبندی حلقے سے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی مجموعہ سامنے نہیں آسکا تھا۔ اس کمی کو جناب حمزہ احسانی صاحب اور مجلّہ صفدر کے اہل علم وقلم نے بخوبی پورا کیا ہے۔

''فتنہ غامدی نمبر'' اس سلسلے کی پہلی جلد ہے۔ اس جلد کے 7 باب ہیں۔ پہلے باب میں پیش لفظ، پیام صفدر، عرض خادم جیسے عنوانات کے تحت مجلّہ صفدر کی موجودہ اشاعت کی غرض وغایت کو بخوبی بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر 2 میں ۱۹/اکابر علماء کی تحریرات ہیں۔ اس فہرست میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان، مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق، شیخ الحدیث مولانا عبدالرزاق اسکندر، شیخ التفسیر مولانا منظور احمد نعمانی، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور مولانا مفتی عطاء الرحمٰن کے نام شامل ہیں۔ باب نمبر 3 ''تجدد پسندوں کے قلمی وعلمی فتنے'' کے عنوان سے ہے۔ باب نمبر 4 ''جاوید احمد غامدی کا تعارف وپس منظر''۔ باب نمبر 5 ''غامدی افکار کا تحقیقی محاسبہ''۔ باب نمبر 6 ''غامدی مذہب کا عمومی جائزہ''۔ باب نمبر 7 میں جاوید احمد غامدی کے حوالے سے فتاویٰ جات ہیں۔ اِس خاص اشاعت کا یہ اجمالی تعارف ہے۔ ان ابواب میں اہم لکھنے والوں میں مولانا فضل محمد، مفتی ابولبابہ شاہ منصور، ڈاکٹر سید خالد جامعی، مولانا کمال الدین المسترشد، مولانا مفتی عبدالواحد، مولانا عبدالقدوس قارن، مولانا مفتی شعیب احمد، مولانا زبیر احمد صدیقی اور کئی دیگر علماء کے نام شامل ہیں۔

جناب احسن خدامی صاحب پیام صفدر کے تحت لکھتے ہیں:

> ''غامدی فتنہ بھی اِس وقت کا ایک خطرناک فتنہ ہے، جس کا مقصد ومنشور یہ ہے کہ تقریباً ایک صدی تک مسلمانوں کے سیاسی نظام، یعنی نظامِ خلافتِ راشدہ کے تعطل کے بعد پوری دنیا کے مسلمانوں میں اس کی بحالی کے لیے جو بے چینی اور بے قراری پھیل رہی ہے، اس کا مناسب سدِّ باب کر کے انگریزی وغیر اسلامی نظام ہی کو اسلامی نظام ثابت کر کے مسلمانوں کو اسی کے ساتھ چمٹے رہنے کی پرزور دعوت دی جائے۔ ماضی کے فتنوں کی طرح اِس فتنہ کے ہاتھ میں بھی چالاکی، مکاری، ہاتھ کی صفائی اور مغالطہ آمیزی کے چند داؤ ہیں جن کی بدولت یہ مسلمانوں کی فکری دنیا پر حکمرانی کے سہانے خواب دیکھ رہا ہے۔...... مجلّہ ''صفدر'' کا فتنۂ غامدی نمبر محض صفحات کا ایک مجموعہ اور کاغذوں کا ایک پلندہ نہیں ہے، یہ بہت سے اہل علم کی دماغ سوزی، بہت سے اہل دل کے درد دل اور بہت سے اہل محبت کی محبتوں کی مجسم صورت ہے۔''

مجلّہ صفدر کی یہ کاوش بلاشبہ قابل مبارک باد اور لائق مطالعہ ہے۔ علماء دیوبند کی جانب سے جاوید احمد غامدی کے حوالے سے ایک مجموعی موقف مضبوط بنیادوں پر سامنے آ گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اہل علم ضرور اسے پذیرائی بخشیں گے۔ (روزنامہ اسلام، ۱۳/جون ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ)

☆......☆......☆......☆

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ

پاکستان کیوں حاصل کیا گیا اور اب تک کیا ہوا؟

ماضی قریب میں متحدہ ہندوستان میں ہم نے یہی نعرے لگائے کہ مسلمانوں کے لیے ایک مستقل جداگانہ سرزمین کی اس لیے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ کے لیے اسلام کی حکومت قائم ہو اور سر سے پیر تک اسلامی معاشرے کی تشکیل ہو، اس موقع پر ہم نے بڑے بلند بانگ دعوے کیے تھے کہ حق تعالیٰ کے قوانینِ عدل کا اجراء ہوگا، اسلامی شعائر کا احیاء ہوگا، اسلامی اتحاد کا خواب پورا ہوگا، اسی مقصد کے لیے جلسے کیے، جلوس نکالے، کوششیں کیں، قراردادیں پاس کیں، جان و مال اور عزت وآبرو کی قربانیاں دیں، جو کچھ ہوا اور جو کچھ کیا اس کی تاریخ آپ کے سامنے ہے، بہرحال جدوجہد ٹھکانے لگی، حق تعالیٰ نے غلامی کے طویل دور کے بعد آزادی کی نعمت نصیب فرمائی اور ایک بڑی عظیم سلطنت عطاء فرمائی۔ ۱۲/کروڑ کی قابلِ قدر، اطاعت شعار اور فرمانبردار رعیت عطاء فرمائی جس نے کارخانے بنائے، کاروبار کو ترقی دی، مملکت کو آباد کیا، اس کو چار چاند لگائے، باہر کی دنیا میں اس کا وقار قائم کیا، مسجدیں بنائیں، مدرسے تعمیر کرائے اور اتنا کمایا کہ اپنے ٹیکسوں سے حکومت کے خزانوں کو معمور کیا، اور قوم کی محنتوں سے ملک کہاں سے کہاں پہنچا، ماضی وحال کی تاریخ آپ کے سامنے ہے، غرض دین و دنیا کی سعادتوں سے مملکت کو ہمکنار بنایا۔

لیکن جس بنیادی مقصد کا بار بار اعلان کیا جاتا تھا کہ اسلامی حکومت قائم ہوگی اور یوں عالم اسلام سے اتحاد ہوگا اس کے لیے حکمرانوں اور حکومتوں نے کیا کیا؟ اپنے وعدوں کو کہاں تک پورا کیا؟ یہاں کون کون سے اسلامی قوانین جاری ہوئے؟ کفر والحاد کو کہاں تک ختم کیا گیا؟ اسلامی معاشرت قائم کرنے کے لیے کیا کیا اقدامات کیے گئے؟ ان تمام سوالات کا جواب حسرت ناک نفی میں ملے گا۔ آخر امتحان کا یہ عبوری دور تھا، کون سی نعمت تھی جو حق تعالیٰ نے نہ دی ہو؟ کون سی فرصت تھی جو نہ ملی ہو؟ لیکن واحسرتاہ......! کہ ربع صدی سے زیادہ عرصہ گذر گیا، مگر پاکستان کے مقصدِ وجود کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ کون سا وعدہ پورا کیا گیا؟ کون سی اسلامی عدالت قائم ہوئی؟ زانی اور شرابی کو کون سی سزا دی گئی؟ بداخلاقی کا کیا انسداد کیا گیا؟ ظلم، عدوان، رشوت ستانی، کنبہ پروری، بے حیائی وعریانی، سودخوری و بدمعاشی کو ختم کرنے کے لیے کون سا قدم اٹھایا گیا؟ بلکہ اس کے برعکس یہ ہوا کہ سودخوری، شراب نوشی، بداخلاقی اور بے حیائی کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی گئی بلکہ سرکاری ذرائع سے اس کی نشرواشاعت میں بھی کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھی گئی۔ ''بینات'' کے صفحات میں ان دردناک داستانوں کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ [بصائر وعبر، جلد ا، ص ۱۹۰]